8366

راہِ حق

مصنّفہ

علامہ سید مجیب الدین حسینی واصل

ناشر

دکن دارالاشاعت

کلیٹن روڈ کراچی ۵

قیمت ۵۰ نئے پیسے

مصنف کی دوسری کتابیں

١. نفس الاسرار . . . .
٢. اسرار الاخیار . . . .
٣. نغمۂ راز . . . .
٤. اربعین . . . . . .
٥. ارشاد کامل . . . .
٦. حجت اولو و دو منکر وحدۃ الوجود
٧. ابطال الاتصال والانفصال
٨. توجیہ التنزیہ تکملہ التنزیہ فی التشبیہ

ملنے کے پتے

نور احمد بک ڈپو۔ جونا مارکیٹ کراچی

دکن دار الاشاعت کلیٹن روڈ کراچی ۵

کتابت احمد علی امین تنویر (جاوید پریس کراچی) ۱۳۸۱ ھ

Marfat.com

سلسلۂ تصوف (۱)

مرآۃ الحق

از

سید مجیب الدین چشتی واصل

ناشر

دکن دارالاشاعت

کلیٹن روڈ کراچی ۵

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں ۔

13708

طبع اول : ... ، جنوری ۱۹۶۴ء

تعداد طبع : ...... ایک ہزار

طباعت : ..... جاوید پریس میکلوڈ روڈ کراچی

کتابت : ...... احمد ولی الدین خوشنویس

سائز : ...... ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ کرنافلی پیپر

ضخامت : .... ۷۲ صفحات

قیمت : ....

ناشر

دکن دار الاشاعت

کلیٹن روڈ روبرو بہادر یار جنگ اسکول کراچی

Marfat.com

عرض ناشر

حضرت سید شاہ مجیب الدین حسینی واصل قبلہ کی تصنیف
ۃ الحق ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل
ہوں ۔ حضرت موصوف میرے علمی استاد ہونے کے علاوہ روحانی
محترم بھی ہیں یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس کی وجہ سے موصوف کی
ت سے غایت درجہ انس رہنا اپنی قدروں پر مشتمل ہے حقیقت
کے سوا بھی ہے وہ یہ کہ موصوف کی ذات گرامی سے نہ صرف
بلکہ بیسیوں افراد قوم کو علمی و روحانی فائدہ پہنچا رہا ہے
رت موصوف اپنے زرّین ارشادات کے سوا قلمی خدمت
عوام کو فائدہ پہنچانے میں کوشاں رہے ہیں اسی سلسلہ کی
الحق ایک کڑی ہے ۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح
ئے گی کہ موصوف نے آیات قرآنی اور اس کی تفاسیر کو
یث کی تطبیق کے ساتھ جس عمدگی سے پیش فرمایا ہے
تہی کا حصّہ ہے مجرد اس کے پڑھنے ہی سے بسا مسائل
ف اور اصطلاحات صوفیہ و دقائق بیک وقت حل ہوجاتے

Marfat.com

ہیں ۔ نیز ان مضامین تصوف کو جس سلاست اور وضاحت سے پیش کیا گیا ہے وہ موصوف کی تبحر علمی و باریک بینی کا ثبوت ہیں ۔ موقع بموقع سلیس اور واضح زبان میں علم منطق اور کلام کی روشنی میں "رویتِ حق تعالیٰ بیداری میں اور پھر بصارت سے" اس مسئلہ پر قلم اٹھانا متبحرین ہی کا کام ہے چنانچہ یہ کتاب بھی اسی طرز سے اس فن کی روشن دلیل ہے یہ بھی مولانا کی تبحر علمی کا ایک بیّن ثبوت ہے ۔ وجودِ باری اور اس کا قرب اس کا حصول اس پر فکر اس کا دیکھنا، حجابوں کا اٹھنا عرفان اوست ہمہ از دست ذہمہ اوست وغیرہ وغیرہ جیسے مسائل اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں ۔ اور متقدمین یعنی مولانا رومی و جامی کے سوائے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت بندہ نواز رحمۃ تک متعدد بزرگوں کے اقوال و اشعار سے آیاتِ قرآنی واحادیث نبوی کو جو اس مسئلہ کے سلسلہ میں بیان ہوئے ہیں مزین کیا گیا ہے ۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے دینی معلومات کا نادر تحفہ ہوگی اور اس سے مسلکِ صوفیہ کے سرمایہ میں ایک اضافہ ہوگا ۔

عبدالرحیم شاہ
مالک دکن دارالاشاعت

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

زیر نظر رسالہ مراۃ الحق پر مقدمہ لکھنا کم از کم میرے بس کی بات نہ تھی لیکن سیدی و والدی المحترم کے حکم کے بعد اپنی علمی بے بضاعتی کے عذر کو بھی گستاخی تصور کرتا ہوں کیونکہ میری علمی حیثیت کا ہر رخ قبلہ ممدوح کی تعلیم، تلقین اور فیضان ہی کی نسبت سے قابل ذکر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میری جانب سے سیدی کے حکم کی یہ ایک تعمیلی صورت ہے جہاں تک رسالے کے موضوع اور اسکی منزلت کا تعلق ہے وہ کم و بیش رسالے کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ رسالے کی علمی نوعیت اور طرز استدلال میں غلط تاویلات کا معمولی جزو بھی شریک نہیں۔ برخلاف اس کے اس میں ایک ایسی بھرپور حقیقت اور علم و دلیل کے وہ واضح پہلو ہیں جس سے فکر و عمل سنورتے ہیں۔

Marfat.com

رویتِ الٰہی کے موضوع پر قلم اُٹھانے کی دقّت کو علماء بخوبی سمجھتے ہیں بلکہ بعض اصطلاحی علماء کی دینی طبیعت پر یہ موضوع کفر و زندقہ کا مفہوم بن کر گراں گذرے تو کچھ عجب نہیں لیکن قرآن و حدیث، اقوالِ ائمہ و علماء دین سوجھ بوجھ کا ایک دائرہ ہیں اور مسئلہ رویتِ الٰہی کی بنیاد ہی اسی پر رکھی گئی۔

اہلِ عرفان سے یہ پوشیدہ نہیں کہ "انفس و آفاق میں رویتِ الٰہی" اس رسالے کا موضوع ہے آخرت میں "دیدارِ الٰہی" کا مقدمہ ہے۔ ایسی صورت میں اس رسالے پر مقدمہ لکھنے کی ایک وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ علمِ عرفان سے وہ اہلِ ذوق حضرات جن کو "رویتِ الٰہی" کے امکان میں تذبذب ہو یا مسلمانوں کی وہ جماعت جس کو موجودہ مکدّر مذہبی فضا نے اس حد تک متاثر کیا ہو کہ وہ علمِ تصوف ہی کو اسلام کے بنیادی علوم میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس رسالے کا ایک ایسا مقدمہ لکھا جائے جس میں بحیثیت مجموعی علم تصوف کی اصل اور حصولِ علم تصوف کی بنیادی اہمیت کا تقریباً ہر پہلو روشن ہو۔

چنانچہ اس سلسلے میں آج کے اس شعور کی وضاحت کرنی لازم ہو جاتی ہے جو دین کے نام سے مختلف تحریکوں کے ذریعہ عام کیا جا رہا ہے اس ضمن میں ان تحریکوں کی بنیادیں بھی زیرِ جائزہ آجاتی ہیں جس کے بعد موجودہ ماحول کے متعلق عقل خود فیصلہ کرے گی۔

ہندوستان کی اسلام نما تحریکیں آج کی نام نہاد اسلام نمائش تحریکیں جن بنیادوں پر چلائی جا رہی ہیں اس کی چھان بین ہمارے

Marfat.com

سامنے ایک افسوسناک نتیجہ پیش کرتی ہیں۔ بالخصوص آج کی وہ تحریک جو مسلمانوں کی فکر و عمل کو خالص اسلامی طرز کی طرف دعوت دینے کا ادعاء رکھتی ہے عجیب حیرت کی بات ہے کہ وہ خود اپنی فکر و عمل میں خالصتہً غیر اسلامی اور مغربی اقوام کے غلط ارتقاء سے متاثر نظر آتی ہے یوں تو ہندوستان کی سرزمین پر اسی قبیل کی کئی تحریکوں نے مسلمانوں کو اسلامی روح اور اس کی خط و خال سے برگشتہ کرنے کی کوششیں جاری تھیں ان تحریکوں کے پروگرام اور اس کے تحت ان کا عملی جھوک نہ جانے مسلمانوں کے خالص دینی شعور کو کس طرف بہالے جاتا اگر ان تحریکوں کی مساعی کا بروقت سدباب نہ ہوتا۔ ان تحریکوں کے فیل (FAIL) ہوجانے کا بنیادی سبب تو یہی ہے کہ ہمیشہ حق کے سامنے باطل کو شکستِ فاش ہوتی رہی۔ لیکن ان سرگرمیوں کا سلسلہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہنے کا بظاہر یہ سبب بھی سامنے آتا ہے کہ ان تحریکوں کی سرکردگی ایسے افراد کے ہاتھوں میں رہی جن کو اپنے مخصوص نظریات کو شدت سے روبہ عمل لانے کے لئے کوئی ایسی مضبوط آڑ نہ مل سکی جس سے بیک وقت وہ اپنے شخصی تقدس کو بھی بچا سکیں اور غیر اسلامی نظریات کو اسلامی شعور کا بھی درجہ دے سکیں۔ چنانچہ ان تحریکوں کے سربرآوردہ حضرات نے ایک ہی نوعیت کے مسئلہ پر متضاد فتاوی دے کر اپنی عملی دقت کا ثبوت دیا ہے یعنی ان حضرات کو ایک تو یہ منظور نہیں تھا کہ علماءِ اہلسنّت کی گرفت میں آئیں اور دوسرے عام اسلامی شعور کو بدل کر اپنے مخصوص نظریات

Marfat.com

کے تابع کرنا تھا۔ لیکن خدا جوار رحمت میں جگہ حضرت شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی کو دے کہ وہ اور اُن کے خلفاء نے ان تحریکوں پر پڑے ہوئے اسلامی پردوں کو اُٹھا کر تمام سرگرمیوں کی نوعیت کو منظر عام پہ لادیا۔ شاہ صاحب کا یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں تھا اِن کے اس کام کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس دَور کے ماحول اور تاریخ سے صحیح واقفیت کی ضرورت ہے۔ رہ کیا کہے کہ ان کے لٹریچر نے اسلامی حدود کے سنگ میل کو نمایاں کردیا۔ اگرچہ کہ وہ تحریکیں اپنا دم توڑ چکی تھیں لیکن ان تحریکوں نے جو اپنی دعوت کے بیج ڈال دئے تھے جو دماغ اس کام کے لئے آمادہ تھے ان دماغوں میں ان بیجوں کا نشوونما پانا کوئی مشکل بات نہ تھی نتیجتاً علمی میدان میں ایسے سرغنوں نے جنم لیا جو اپنے فکری و عملی انداز میں ائمہ وتابعین سے آزاد ہو گئے یہی وہ دور تھا جس دور کے منتشر تقاضے رفتہ رفتہ یکجا ہو کر ایک تحریک کی صورت میں آج ہمارے مذہبی شعور کو پامال کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ اس تحریک نے اپنی پیش رو تحریکوں کی شکست کے اسباب کا جائزہ لے کر اپنے تبلیغی پروگرام میں ان اسباب کے پیدا ہونے کی کوئی گنجائش نہ رکھی نظریات کے اعتبار سے تو ان پچھلی تحریکوں کے وہی غیر اسلامی مگر ترقی یافتہ اور مغربی طرز تمدن کا رنگ لئے ہوئے تھی۔ اس تحریک نے ائمہ وتابعین کی راہ سے مذہبی شعور کو پلٹنے کے لئے پہلا کام جو کیا وہ تھی ان کی تنقیدیں، اس تحریک کا جذبۂ تنقید اِس جنون کی حد تک پہونچ گیا جس کی زد میں صحابہ کرامؓ بھی

Marfat.com

لے لئے گئے اسلام کے دامن پر یہ وہ گہرا داغ ہے جو اس دور کے مدعی فرزندانِ اسلام کے ہاتھوں انجام تک پہونچا اور دوسرا خطرناک اقدام جو اس تحریک نے کیا وہ اپنے منشاء پر حدیث کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ تھا۔ اپنی مغربی طرز فکر کو اصول قرار دے کر حدیث کی از سر نو جانچ شروع کی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ائمہ حدیث کے کسی اصول کی پرواہ نہ کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر ضعیف و غریب احادیث کو صحیح و حَسَن کا درجہ مل گیا اسی طرح اکثر صحیح و حَسَن احادیث ضعیف و غریب کی فہرست میں داخل کردیئے گئے اور دوسری طرف راست آنحضرتؐ کی اتباع کا دعویٰ بھی کیا جانے لگا بہرصورت شریعتوں کے مسخ کرنے کے جتنے اسباب گذشتہ قوموں میں معاون بنے تھے آج شریعتِ محمدیؐ بھی ان تمام اسباب کے درمیان گھری ہوئی نظر آرہی ہے سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ غیر اقوام کے مذہب فکر کی اتباع کرتے ہوئے مسلمانوں کی رہنمائی اور صحیح رہنمائی کا دعویٰ بھی ہے۔

کسے یقین تھا لیکر چراغِ مصطفویؐ
لگاتی آگ پھرینگی جہاں میں بولہبی

بہرحال یہ تحریک مسلمانوں کے ساتھ بدخدمتی کا وہ پورا حق ادا کر رہی ہے جو گذشتہ تحریکیں چاہتی تھیں۔ میری دانست میں اس تحریک کے حلقہ دام میں مسلمانوں کے آسانی سے آجانے کے دو اہم سبب ہیں۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ اس تحریک کی طرف سے اپنے ہمدردوں اور ہمنیالوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے ان جوان دماغوں کو فراہم

Marfat.com

کرنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی جن کی کالج و یونیورسٹی کی زندگی نے ان کی ذہنی تربیت کو مغربی مفکرین کے حوالہ کر دیا جس کے نتیجے میں اسلامی زندگی سے یہ قومی سپوت ایسے اجنبی رہے جس طرح سائنسی دنیا سے بے خبر ایک دہقان ہوسکتا ہے۔ اسی لئے ان مذہب سے نا آشنا نوجوانوں کو ہمخیال بنا لینا کوئی مہم سر کرنے کے برابر نہیں۔ کیوں کہ ان کی معلومات کے تقاضے پہلے ہی سے حدیث، فقہ اور اجماع کی پابندیوں سے کچھ اکتائے ہوئے ہوتے ہیں پھر اُن کو آزاد کرنے کے لئے کوئی منظم تحریک آگے بڑھے تو ان کا لبیک کہنا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ پھر اس کے بعد اُن کو توکل، تزکیہ اور حکمت کے معنی حسب ضرورت سمجھا لینا بھی سہل ہے۔ دوسرا سبب جو اس تحریک کو قوت کے ساتھ آگے بڑھا رہا ہے اس کو "حکومتِ الٰہیہ" کے قیام کی جدوجہد سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا سبب ہے کہ ہر مسلمان آنکھ بند کر کے اس نظریہ کی طرف دعوت دینے والی تحریک سے وابستہ ہوجاتا ہے۔ حالانکہ "حکومتِ الٰہیہ" کے اصطلاحی تقدس سے سیاسی و نفسیاتی استحصال کے سوا اس تحریک نے کوئی اور کام نہ لیا۔ دینی دعوت کا جہاں تک تعلق ہے وہ فطری بنیادوں پر ہونا چاہیئے اور داعی کے یہ ضروری ہے کہ وہ انبیاء اور ائمہ کے تبلیغی نہج کو نہ ترک کرے ان کا تبلیغی طریق کار یہی رہا ہے کہ وہ منشاء الٰہی کے تحت سارے ماحول کو ڈھالنے کے لئے اُس کے فکری نظام پر اثر انداز ہوتے

Marfat.com

رہے جس کے نتیجے میں سارے معاشرہ کی فکر وعمل سے منشاء الٰہی کا اثر ونفوذ تالی ظاہر ہوتا تھا یسلسلۂ تبلیغ انبیاء کی سنت یہی وہی ہے خواہ وہ فرد ہو یا جماعت ان میں حسنات اور سیئات کے مابین فرق کرنے کا تمیزی شعور پیدا کیا جاتا رہا۔ انبیاء کا یہی وہ تبلیغی زاویۂ نگاہ جس کے نتیجہ میں ساری انسانیت کو ایک ایسا صحیح فکری اسلوب ملا جس کے بل پر ایک جاہلانہ نظام حیات اپنی بے راہ روی سے کٹ کر فطری سطح تک اونچا ہو گیا برخلاف اس کے کسی دور میں بھی نبوی تبلیغ نے کوئی ایسا راستہ ہموار نہیں کیا کہ جس سے اقتدار کی کنجیاں اپنے قبضہ میں آجائیں۔ اگر حکومت اور اقتدار ہی تبلیغ اور اشاعت مذہب کا صحیح ذریعہ ہوتا تو جملہ انبیاء کی ساری علمی جدوجہد پہلے زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لی ہوتی لیکن کسی دور کی نبوی تبلیغ نے کسی گوشہ میں بھی حصول اقتدار کا معمولی شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ ایسا ہوتا تو سب سے پہلے حکومت الٰہیہ کا قیام اور اس کا مطالبہ انبیاء کا حق تھا۔ انبیا حکومت کرنے یا اس کے بل پر دعوت کی تبلیغ کرنے نہیں آئے تھے ان کے دعوتی پروگرام میں حکومت کا تصور ایک ایسی صحتمندانہ جمہوریت تھی جو مرضی الٰہی کے حدود میں رہتے ہوئے عامۃ الناس کی آراء سے آزاد نہ تھی۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ وہ صرف مذہبی جمہوریت کا شعور پیدا کرنے آئے تھے اور یہ کام ان کے پروگرام میں سارے معاشرے کی مکمل اصلاح کے بعد کا تھا یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنے تبلیغ کے ابتدائی یا وسطی دور میں اس پر توجہ نہیں دی۔

حکومت الٰہیہ کی موجودہ تحریک اور یا پائیت — حکومت الٰہیہ کا نظریہ پیش کرنے والی موجودہ تحریک کا گہرا جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے بنیادی نقطۂ نظر کو نوٹ لیئے

تاکہ اس تحریک کے سارے مثبت اور منفی پہلو ابھر آئیں۔ اس تحریک کی مذہبی حیثیت کا بڑا حصہ گذشتہ صفحات پر سامنے آچکا ہے۔

اس عنوان میں یہ تحریک اس رُخ سے زیر بحث ہو جاتی ہے جو اسلام کا بنیادی نقطۂ نظر تھا۔ اس سلسلہ میں روم کے پاپائے اعظم کی اختیار کردہ قصیا کریسی بھی اس بحث کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہے۔

حکومت الٰہیہ کے قیام کا ادعا رکھنے والی موجودہ تحریک نبوی اخلاق اور معاشرت کے کچھ اصول کو اپنی بنیاد بناتی ہے۔ حالانکہ اخلاق، عادات و خصائل کی پاکیزگی انسان کو صرف کردار کا ایک بلند مرتبہ دے سکتی ہے جس سے انسان اپنے ماحول کی بدخلقی اور جاہلانہ خصائل میں ممتاز ہو جاتا ہے چنانچہ نبوی زندگی ایسے ہی اوصاف حمیدہ و اخلاق پاکیزہ کو ایک قانون کی صورت دیتی ہے۔ اور اس قانون سے وہ معاشرہ مکلف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس بنیادی مقصد پر لسانی اقرار و قلبی تصدیق کے ذریعہ ایمان لائے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ختم المرسلین تک کئی انبیاء کے ذریعہ ساری انسانیت کے لئے دعوتی کلمہ قرار دیا اور یہی وہ کلمۂ توحید ہے جو ساری بنی نوع آدم کی عقل، علم و سمجھ سے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا رہا ہے چنانچہ قرآنِ مجید میں انسان کی ان ہی صلاحیتوں کی خامی کی مذمت اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، لَا یَعْلَمُوْنَ، وَلَا یَفْقَهُوْنَ کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن نے ساری انسانیت کے واسطے یہ کلیہ بنا دیا ہے کہ وہ منشاءِ الٰہی کے ادراک کے لئے عقل، علم

اور فقہ یعنی (سمجھ) سے کام لیں اور اسی کلیہ کو ہم واقعہ کی صورت میں رسولِ اکرمؐ کے ابتدائی دورِ تبلیغ میں دیکھتے ہیں کہ جن افراد میں عقل، علم اور سمجھ کی اتنی مناسب صلاحیتیں پہلے سے تھیں کہ وہ دعوتی کلمۂ توحید کو قبول کر سکتے تھے تو ان کو نبوی تبلیغ نے چن کر سابقین اولین میں شمار کیا اور جن افراد میں عقل علم و سمجھ کو پیدا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نبوی جدو جہد نے کام کیا وہ لوگ سابقین اولین کی صف کے بعد دوسری صف میں شمار کئے گئے۔ اسی طرح نبوی تبلیغ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان ہی لوگوں پر اثرانداز ہو کر نتائج پیدا کرتی رہی جن میں مذکورہ صلاحیتوں کا معمولی جزو بھی تھا۔ اور وہ افراد یا جماعت جن میں وہ جوہر سرے سے نہیں پائے جاتے تھے وہ نبوی تبلیغ کے حلقۂ اثر سے ہمیشہ ہمیشہ خارج رہے اور وہ اپنی اسی جہالت، بے علمی اور ناسمجھی پر زندگی کی آخری سانس تک قائم رہے جن کو اسلام کفار و مشرکین کے نام سے یاد کرتا ہے۔

بہر حال اللہ کا بنیادی مقصد توحید ہے اور اس دعوت کے مخاطب اہلِ علم اور سمجھدار اصحاب رہے ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ کلمۂ توحید بلحاظ معنویت اتنا جامع کلمہ ہے جس کے ادراک کے لئے عقل علم اور سمجھ جیسی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔

برخلاف اس کے حکومتِ الٰہیہ والی تحریک نہ کلمۂ توحید کی افہام و تفہیم کی طرف مائل ہے اور نہ اس کام کو انجام دینے کے نظریہ سے

Marfat.com

متفق ہے بلکہ توحید کے کسی بھی علم و منشاء سے بنیادی اختلاف رکھتی ہے۔ چنانچہ اس تحریک کا پورا جائزہ ہمارے سامنے ایسا نقشہ پیش کرتا ہے جس میں توحید یا علم توحید کا کوئی خانہ نہیں۔ حکومتِ الٰہیہ کا نظریہ بھی ظاہر ہے اسی نقشہ کا نچوڑ ہے جو اسلامی اسپرٹ سے خالی ہے۔ البتہ اس تحریک میں وہ قانونِ حیات ہی پر پورا زور صرف کیا گیا ہے جس سے انسانی زندگی کو سابقہ پڑتا ہے مثلاً مناکحت، معاملت اور حرام و حلال اور یہ قانونِ حیات بھی اصولی طور پر اسلامی یا غیر اسلامی حیثیت رکھتا ہے یعنی مطابق شریعتِ محمدیؐ ہے یا نہیں یہ بھی ایک مستقل موضوع ہے جس کی تشریح ان صفحات پر بخوفِ طوالت نا ممکن ہے۔

یورپ کی تھیاکریسی کا نظریہ جس کو پاپائے اعظم روم نے اختیار کیا تھا وہ تھیاکریسی بھی چند مسیحی اخلاق رکھتی تھی جس کا اعتراف حکومتِ الٰہیہ کی تحریک کے مقتدرِ اعلیٰ نے بھی کیا ہے اور اس تھیاکریسی پر مزید یہ تنقید بھی کی ہے کہ اس میں حکومت چلانے کے لئے کوئی باضابطہ ایسا قانون نہیں تھا جو کسی وحی یا الہام سے ماخوذ ہو بلکہ اُن کی حکومت کا سارا قانون ان کی اپنی ہوائے نفس سے ماخوذ تھا۔ تنقید کرنے والا ہمیشہ اپنے نظریات کی روشنی میں تنقید کرتا ہے اس لئے تنقید کرتے وقت اس کے بنیادی نظریات بھی سامنے آجاتے ہیں پاپائے روم کی اختیار کردہ تھیاکریسی کا قانون وحی یا الہام سے ماخوذ تھا یا نہیں اس پر تنقید کا کام بہت بعد کا ہے اور سب سے قریبی سوال یہ پیدا

Marfat.com

ہوتاہے کہ اُس تھیاکریسی کا عقیدہ توحید تھا یا نہیں ورنہ توحید کے مسخ
ہوجانے یا ترک کردینے کے بعد وہ تھیاکریسی کا قانون وحی یا الہام سے
اخوذ ہو بھی تو اس کو حقیقت میں عیسائی تھیاکریسی کا نام کیسے
یا جا سکتا ہے۔ تنقید کرنے والے اس حکومتِ الٰہیہ کی تحریک کے
مقتدرِ اعلیٰ نے اس تھیاکریسی کے اعتقادی پہلو ہی کو نظر انداز کردیا
وانتہائی اہم تھا۔ اُن کا اس پہلو پر تنقید نہ کرنا کیا اس بات کا ثبوت
میں ہے کہ وہ بھی اپنی تحریک کو اس اعتقادی پہلو سے خالی پاتے ہیں۔
کے بعد کیا حکومتِ الٰہیہ کے نظریہ کو پاپائے اعظم روم کی تھیاکریسی
ے مانگا ہوا تخیل کہنا بے جا ہوگا۔

تم المرسلینؐ تک انبیاء کی بعثت کے اسباب ابتدائے آفرینش سے
اتم النبیین تک انبیاء کی بعثت سے کوئی دور خالی نہیں رہا۔ اور
نبی کی تبلیغ کا واضح اور بنیادی پہلو یہی تھا کہ وہ ساری انسانیت
عقیدۂ توحید پر اکٹھا کرنے کے لئے اپنی ساری جدو جہد کو وقف
دیتے تھے۔ اسی طرح خاتم النبیینؐ تک جملہ انبیاء کے تبلیغی کام پر بحیثیت
ی نظر ڈالی جائے تو یہی منشاءِ الٰہی کی بنیاد بن کر سامنے آتا ہے کہ
نوع انسان کے دل و دماغ سے شرک کے سارے اجزاء کو جڑ سے
دے اور توحید میں ان کو ایسا رنگ دے کہ شعور کی پہلی سانس
سے کر زندگی کی آخری سانس تک ان کا ہر فعل، ہر قول اور ہر حال
حدانیت کی سرشاری کا مظہر بنا رہے۔

Marfat.com

ہر نبی یہی کام کو اپنی طرزِ خاص پر ہر دور میں کرتا رہا اور جب بھی کچھ لوگ اِن انبیاء کے لائے ہوئے کلمۂ توحید کو قبول کر لیتے تو ان افراد کے لئے ایسا ضابطۂ حیات (شریعت) ترتیب پاتا جس میں اس دور کے تقاضوں کے پیش نظر مروجہ رسوم اخلاق سے اونچا اور اعلیٰ ترین کردار کا نمونہ ہوتا تھا جس پر عمل پیرا ہو کر یہ اللہ کی توحید کے علم بردار شہ احول میں ہر اعتبار سے ممتاز رہتے تھے۔ چنانچہ ہر نبی ختم المرسلینؐ کے دور تک اپنی انھیں مساعی کو جاری رکھا۔ لیکن ہر دور میں توحید کی دعوت کا اثر ایک مخصوص حلقہ اور متعینہ مدت تک رہا اور انبیاء کے گذر جانے کے کچھ عرصہ بعد توحید رفتہ رفتہ مسخ ہو کر تشریک میں بدل جایا کرتی تھی۔ اس سلسلے میں سارے قرائن پر غور کرنے کے دو اسباب سامنے آتے ہیں جس کی وجہ انبیاء کی تبلیغ کچھ افراد اور کچھ مدت تک اپنا اثر رکھنے کے بعد زائل ہو جاتی تھی ایک سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ انسان کا فطری ذوقِ پرستش ہمیشہ مرئی اشیاء (دکھائی دینے والی چیزیں) ہی پر یقین لا سکتا تھا چنانچہ اس کا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبلیغی کام میں بہت نمایاں ملتا ہے جو ان کی قوم نے ان سے یہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً کے الفاظ کہے تھے۔ دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ کسی دور میں بھی انسانی عقل اس منزلِ ارتقاء تک نہیں پہنچ سکی تھی جس منزل میں دقائقِ توحید اس پر کھلتے۔ لیکن یہ ناممکن تھا یہی وجہ تھی کہ اُن کے دل میں توحید جڑ نہیں پکڑ سکتی تھی بلکہ شبہات اُن پر ہمیشہ

Marfat.com

غالب رہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے ایمان تو اُسی کا نام ہے جس کے حصول کے بعد دل و دماغ اپنے ظن وگمان کے دروازے بند کر لے۔

ایک دور ایسا بھی آتا ہے کہ انسانی عقل کا ارتقا، اس منزل پر آجاتا ہے جہاں اس میں توحید کے نازک سے نازک گوشوں کو قبول کرنے کی مناسب صلاحیت ہوتی ہے۔ یہی وہ دور ہے جس کے سارے تقاضوں کو پورا کرنے خاتم النبیین مبعوث ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نبیٔ آخر کی بعثت ہی اس لئے ہوتی ہے کہ توحید اور اعلائے کلمۃ الحق کا وہ حق ادا کردے جس کے لئے جملہ انبیاء آتے رہے اور ہوا بھی یہی کہ توحید اور اس کے جملہ دقائق کی تبلیغ اسی دور میں مکمل ہوگئی اور دوسری طرف انسانی فطرت کے عین مطابق ایک ایسا ضابطۂ حیات (شریعت) بھی مدون کردیا گیا۔ جس میں قیامت تک کے ساری انسانی ضروریات کو ملحوظ رکھا گیا۔ اور سارے علم برداران توحید کے لئے لباس تقویٰ کو بہتر لباس مقرر کیا گیا۔ جس طرح اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذٰلِكَ مِنْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (پ ۸ ع ۱۰)

"اور تقویٰ کا لباس یہ بہتر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔"

ہاں یہ بات کامل توجہ کے قابل ہے کہ تقویٰ لباس ہے جو موزوں ہے قامت توحید کے لئے یعنی اہل توحید ہی کا لباس تقویٰ ہے اور جہاں توحید ہی نہ ہو

Marfat.com

وہاں تقویٰ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تقویٰ کی طرف دعوت ہی نہ دی جائے بلکہ توحید اور دقائقِ توحید کی تعلیم کو ہر حال میں اولیت حاصل رہنی چاہیئے جس طرح جملہ انبیاء کا عمل رہا ہے چنانچہ اسی توحیدی کلمہ کے جملہ دقائق خاتم النبیینؐ ہی کے ذریعہ انسانی عقل میں جذب کر دیئے گئے اور انھیں نعمتوں کے مکمل ہونے کی بشارت اللہ پاک اس آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کے ذریعہ دیتا ہے۔ یہی وہ منشاءِ الٰہی تھا جس کی تکمیل کے لئے جملہ انبیاء بھیجے جاتے رہے لیکن اس کی تکمیل کی فضیلت رسولِ اکرمؐ ختم المرسلین کو دی گئی اور یہاں سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا گیا کیونکہ اب انسانی شعور اس مرتبہ تک پہونچ چکا تھا۔ کہ پھر اللہ کی وحدانیت کا ہر سے سے مسخ ہو جانے کا ذرہ برابر امکان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ البتہ ہر دور میں جزوی اصلاحات اور شرک خفی کے مٹانے کی ضرورت پڑتی رہی تو نبوت کی اس جانشینی کے فرائض اولیاء صوفیاء عرفاء و علماء انجام دیتے رہے۔ اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے کہ انبیاء کی بعثت سے منشاءِ خداوندی یہی تھا کہ توحید اور دقائقِ توحید کی تبلیغ مکمل ہو جائے جس میں عرفان و احسان کے اہم ترین مفہومات تھے۔

جس مقصدِ خداوندی کی تکمیل کے لئے جملہ انبیاء آتے رہے اور بالآخر جو خاتم النبیین کی سخت جدو جہد سے پورا ہوا اگر کسی تحریک سے اس

Marfat.com

تصدِ خداوندی کو غیر اسلامی فلسفہ اور ویدانتی نظریہ کا نام دیا جائے۔
ر اس کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو کیا یہ اقدام منشاءِ الٰہی کو چیلنج
نے کی جرأت بے جا نہیں ہے۔ ایسی تمام کاوشوں کے متعلق خدائی
مان کس قدر فیصلہ کُن ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (پ۲۸ صف)

قائقِ توحید کا دوسرا نام تصوف | علماءِ متقدمین نے دقائقِ
تید کو ہی تصوف کا نام دیا ہے اور قرآن و حدیث نے حکمت، تزکیہ اور
سان کے نام سے وہی مفہوم ظاہر کیا ہے۔ بہرحال صرف ناموں کے اختلاف
ے علوم کو غیر قرآنی کہنا ایک کھلی تنگ نظری ہوگی۔ ایک عرصہ دراز سے
ظ تصوف اور صوفی کی اصل پر غور کیا جا رہا ہے اگرچہ صوفیا ومتقدمین
ا اس سلسلہ میں بڑی معقول بحثوں سے سمجھانے کی کوشش کی ہے اس کے
جود چونکہ ہر دور ابنِ تیمیہ جیسا محقق پیدا کرتا رہا ہے جس کی وجہ ہمیشہ
وف دشمنی کے زیرِ اثر اس کے خلاف مواد فراہم کرنے کی کوششیں جاری
ں۔ چنانچہ ہر دور میں لفظ "صوفی" پر ایک ہی بندھے ہوئے نظریہ کے
ت ریسرچ کرنے والی نظریں یونانی الفاظ "فلاسوفی" اور "تھیا سوفی"
کر ٹھہر گئی اور لفظ "صوفی" کو فلاسوفی یا تھیاسوفی کی ایک بگڑی
ی صورت سمجھ لیا اور یہیں سے ان کی اس تحقیق سے پیدا شدہ ایقان نے
صوفی" کے لفظ کے ساتھ صوفیانہ علوم و مسلک کو بھی یونانی فلسفہ سے

ماخوذ سمجھنے کا حق دے دیا۔ حالانکہ اس مکتب خیال کے افراد اگر صاف دماغی سے کام لئے ہوتے تو مذکورہ صورت میں صوفیانہ علوم و مسلک کتاب و سنت سے مطابقت کرنے کے بعد صحیح فیصلہ کر سکتے تھے۔
اس سلسلہ میں تحقیق و صحیح حق توجب ادا ہوتا کہ رسول اکرم کے اقوال ورا حوال کا گہرا مطالعہ کیا جاتا اور اس کے بعد علوم تصوف کے اصول کی حیات طیبہ کے کسی بھی رُخ سے واضح نہ ہوتے تو یقیناً علوم تصوف کو غیر فلسفہ یا علم کہتے میں کسی بھی احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں اگر ان کا ثبوت آنحضرتؐ سے ملتا ہو تو پھر وہ وسائل کے جن سے یہ ثبوت ہم کو ملا ہے صحیح غیر صحیح ہونے کے تذبذب کو ایک قطعی فیصلہ کی صورت دینے کے لئے ایک آخر اور محفوظ دلیل جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قرآن ہے جو اسلامی اور غیر اسلامی عمل پرکھنے کی وہ کسوٹی ہے جس کے فیصلہ کا منکر، ہمارا مخاطب کلام نہیں رسول اکرم کی تبلیغی زندگی کو قریب سے دیکھنے کے لئے آنحضرت ابتدائی دور سے آخری وقت تک کے سارے حالات کے نشیب و فراز کے معمولی جزو کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کیونکہ آنحضرتؐ کی حکمت عمل کے مزاج کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے خاص حالات اور ماحول اچھی طرح سامنے رہنا ضروری ہے۔ آنحضرتؐ کی ابتدائی تبلیغ کے کام کو سامنے رکھکر ان دو واقعات کی طرف آیئے تو معلوم ہو جائے گا نبوت یا فرائض نبوت کو انجام دینے والی شخصیتوں کو اپنے ارد گرد جاہلانہ ماحول میں تبلیغ حق کے لئے کس حد تک وقت کے تقاضوں

ِظر رکھنا پڑتا ہے۔

جب حضرت ابوذر غفاریؓ ایمان لاتے ہیں تو آنحضرتؐ ان کو
ِنے قبیلے کی طرف واپس چلے جانے کے لئے کہتے ہیں اور جب غفاریؓ
ہٗ توحید کو کفار و مشرکین کے سامنے جاکر آواز بلند پڑھنے کی خواہش
ہر فرماتے ہیں تو حضور اکرمؐ منع فرماتے ہیں۔ اس واقعہ سے کوئی کیا یہ
ِسکتا ہے کہ آپ کلمۂ توحید کو کفار و مشرکین کے سامنے پڑھنے سے حضرت
ذرؓ کو روکا تھا تو کیا قیامت تک ہر دور کے لئے اِس کو اصول بنا کر
ِ پرکار بند رہنا درست ہوگا؟ اور یہ جانتے ہوئے کہ سرکار خاتم النبین
اکر بھیجے گئے تھے اور آپ کی بعثت ہی اسی لئے ہوئی تھی کہ سارے
ئے ارض پر کلمۂ توحید کا بول بالا ہو جائے۔

اس دوسرے واقعہ پر بھی نظر ڈالئے کہ ایک مرتبہ کفار و مشرکین نے
ِبن یاسرؓ کو پکڑ کر کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا تھا تو آپ نے طوعاً وکرہاً کہہ دیا
ِسیدھے آنحضرت کے پاس آکر سارا حال سنا دیا آپؐ نے پوچھا
ِ عمارؓ تیرے دل کی حالت بیان کر جس کے جواب میں حضرت عمارؓ
ِیا تھا یا رسول اللہ میرے دل میں جیسا پہلے ایمان تھا ایسا ہی ہے
ِن کے معاملے میں میرے دل کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا تو یہ
ِ کر آپؐ نے فرمایا اے عمارؓ کچھ پروا نہ کر اگر پھر وہ لوگ تجھے پکڑ کر
ِہی کہنے پر مجبور کریں تو کہدے۔ رسول اکرمؐ کا کلمۂ کفر کہنے کی حضرت
ِ ار کو اجازت دے دینا کس وجہ سے صحیح تھا کیا کوئی ایسا شخص سمجھ

لے سکتا ہے جو صرف فتح مکہ کے بعد کے واقعات ہی پر اپنی نظریں مرکوز کر چکا ہو۔ دراصل اس قسم کے واقعات سے اس حکمتِ عملی پر روشنی پڑتی ہے جو منصبِ رسالت کے لئے ہر دور میں لازم رہی ہے۔

چونکہ ہر دور اپنے کچھ تقاضے رکھتا ہے جس کا لحاظ مناسب حد تک ہر نبی اور رسول کو کرنا پڑا اسی طرح رسولِ اکرمؐ جن کو خاتم النبیین ہونے کا اعزاز دیا گیا تھا ان کو اس قسم کی حکمتِ عملی سے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے زیادہ کام لینا پڑا۔ آنحضرتؐ جس طرح اپنے دور کے نشیب و فراز سے واقف تھے اور اپنے ماحول کے ذہن و فکر کے مطابق کرنے کی اعلیٰ ترین بصیرت رکھتے تھے اسی طرح قیامت تک ہر ماحول کے ذہن و فکر کی بصیرت آپ کو حاصل تھی۔ چنانچہ آپ نے بعض علوم مصلحتِ وقت پیشِ نظر اپنے خاص حلقۂ اصحاب ہی کو سرفراز فرمایا اس کا ثبوت ہم کو احادیث سے ملتا ہے۔ اور وہ کیا مصلحت تھی جس کی وجہ آپ نے بعض علوم صرف خاص صحابہؓ تک محدود رکھا اس کو آپؐ ہی کی اس حدیث سے سمجھئے، حضرت ابن زبیرؓ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر تیری قوم یعنی قریش نومسلم نہ ہوتے؍ ابن زبیرؓ نے کہا کفر کا زمانہ ابھی نہ گذرا ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں دو دروازے لگاتا ایک دروازے میں سے لوگ اندر جاتے اور ایک دروازے سے باہر نکلتے چنانچہ ابن زبیرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں کعبہ کی تعمیر آنحضرتؐ کی مرضی کے ہی مطابق کی۔ مذکورہ واقعہ سے یہ سمجھنے میں دشواری نہ

137087

Marfat.com

رہی کہ بعض امور کو آنحضرتؐ نے مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر اپنے بعد
کے افراد کے تفویض کر دیا۔ بالکل اسی طرح علومِ باطن کی تبلیغ بھی رسُولِ اکرم
نے اپنے بعض خاص اصحابؓ کے ذمہ کر دیا اور اس کے بعد ہر دَور میں
آپ کی اُمت میں ایسے محققین پیدا ہوتے رہے جو آپؐ کے تبلیغی اشارات
میں غواصی سے کام لے کر آپ کے منشاء کے مطابق علوم کے دریا بہا دئیے
چنانچہ اس سلسلہ میں امام عبد الکریم بن ہوازن قشیریؒ کی ہی ایک
مثال لیجئے جنھوں نے اپنے رسالہ قشیریہ میں فنا۔ بقا۔ قبض و بسط
حال۔ وجد۔ وجود۔ جمع۔ تفرقہ صحو۔ سُکر۔ تجلی۔ مکاشفہ۔ شریعت
اور حقیقت وغیرہ پر معرکۃ الآراء بحثیں لکھیں۔ بظاہر یہ اصلاحات
عام علماء کے دائرہ فکر سے خارج تھے۔ اس لئے وہ علومِ باطن ہی سے
انکار کر بیٹھے۔ حالانکہ یہ علماء علمائے باطن کے تقویٰ و طہارت کو اپنے
سے بہتر پاتے تھے اور یہ بھی دیکھتے تھے کہ یہ صوفیاء شریعتِ محمدی پہ
شدت کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سانس تک پابند رہے۔ بہرحال
اِن علومِ باطن کے اصول رسول اللہ کی جامع زندگی کے گہرے مطالعہ
کے بعد سامنے آجاتے ہیں۔

اُن احادیث کی طرف آئیے جن سے علوم باطن، علومِ سینہ، دقائق
علم توحید و تصوف کا ثبوت ملتا ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں
حفظ العلم کا ایک باب قائم کیا ہے اور اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کا
یہ قول بھی نقل ہے لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے بہت سی حدیثیں

Marfat.com

بیان کی ہیں اور اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر سورہ بقر کی یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰی الخ (ترجمہ۔ جو لوگ چھپاتے ہیں اُن کھلی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے اتاریں) آخر اور اسی باب میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ سے دو طرح کے علم حاصل کئے ایک تو میں نے عام لوگوں میں پھیلا دیا اور اگر دوسرے کو میں اُن میں پھیلاتا تو میرا نرخرا کاٹ ڈالا جاتا۔

دوسری بخاری کی اس معاذؓ والی حدیث کی طرف توجہ کیجئے جس حدیث کے بیان کرنے سے پہلے امام بخاریؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہٗ (ترجمہ۔ لوگوں سے وہی بات کہو جو وہ سمجھ سکیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلایا جائے)۔ امام بخاریؒ نے حضرت علیؓ کے اس قول کے بعد حضرت معاذ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے۔ جب کہ حضرت معاذ ابن جبل رسول اللہؐ کے ساتھ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ نے تین مرتبہ یامعاذ کہکر پکارا حضرت معاذؓ نے ہر مرتبہ لبیک یارسول اللہ کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا "جو کوئی سچے دل سے لَا اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہدے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام کردے گا"۔ اس پر حضرت معاذؓ نے پوچھا یارسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کردوں

Marfat.com

تاکہ وہ لوگ خوش ہوجائیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر ایسا کرے گا تو ان کو بھروسہ ہوجائے گا۔ چنانچہ حضرت معاذؓ نے اس حدیث کو اپنے انتقال کے وقت بیان کیا اس خوف سے کہ کہیں علم چھپانے کے سلسلہ میں گنہگار نہ ٹھہریں۔ غالباً حضرت معاذؓ نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی طرح مذکورہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنٰہُ مِنَ الْبَیِّنٰتِ الخ کے پیش نظر کسی حدیث کو چھپانا گناہ تصور کیا ہو۔ اب ان احادیث کو سامنے رکھکر غور کیجئے کہ یہ بات رسول اکرمؐ کی بصیرت پر روشن نہیں تھی کہ آج آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک کلمہ کل منظرعام پر آکر رہے گا اور آپؐ کا خفیف سے خفیف اشارہ مرکزِ اہمیت بن جائے گا۔ اگر رسول اللہ کی تلقین وتعلیم کا وہ رخ جو علوم سینہ کا نام اختیار کرگیا مرتب ہوکر سامنے آجائے تو علوم باطن کی اہمیت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ صحابہ کرام کے اقوال کو دیکھنے کے بعد ان علوم سے انکار کرنے کے لئے معمولی سا عقلی قرینہ بھی نہیں ملتا۔

ایک اور مثال رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہیجے جو اسی ثبوت کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ الخ (سورۂ طلاق) کی اگر میں تفسیر بیان کروں تو لوگ مجھے سنگسار کردیں گے اور کافر کہیں گے۔ ایک اور آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کی تفسیر میں آپ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کو اِلَّا لِیَعْرِفُوْنِ کے بعد کا درجہ قرار دیتے ہیں یعنی یہ فرماتے ہیں کہ پہلے

Marfat.com

عرفان ہونا ضروری ہے۔ ورنہ بغیر عرفان کے عبادت کا مقصد مکمل نہیں ہوتا۔
خاص اصحابِ رسول کے مذکورہ اقوال کے بعد یہ امر ظن و گمان سے چھٹ کر یقین کی سطح پر آجاتا ہے کہ یہ تمام اقوال منشاءِ رسول کے عین مطابق تھے کیونکہ یہ تمام اقوال اُن خاص صحابہؓ کے ہیں جو رسول اللہ کی مجموعی زندگی سے تربیت کا ایک خاص اثر قبول کرتے رہے۔ یوں بھی عرفان عبادت کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہوسکتا۔ جملہ صوفیاء کرام و مشائخِ عظام جس تصوف کی تعلیم و تلقین کرتے آئے ہیں وہ عرفانِ حق تعالیٰ ہی کی تعلیم ہے جس کے ذریعہ تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔
رسول اللہؐ کا لایا ہوا دین خود معرفت اور تحقیق کی طرف دعوت دیتا ہے اس سلسلہ میں اس سے بڑھکر اور کون سا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپؐ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا۔ یعنی ابراہیمؑ کی ملت کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا اور قرآن ان واقعات کو بھی ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ ابراہیمؑ نے یافت حق کی کس طرح تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ یافتِ حق کے لئے شمس و قمر پر بھی آپ نے تحقیقی نظر ڈالی اور بالآخر اُن کے صفات میں تغیر و تبدل پاکر ان کی ربوبیت کا انکار کیا اور اپنے رب کی کسی صفت میں تغیر و تبدل نہ ہونا حجت گردانی۔ یہیں سے حق تعالیٰ کے صفات میں تحقیق کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے مارنے اور جلانے کے صفت کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھکر اطمینانِ قلب حاصل کیا۔
چنانچہ اسی طرح قرآن کی متعدد آیتیں انسانی فکر کو انفس و آفاق

Marfat.com

یں صفات اللہ کی تحقیق کرنے کی کتنی کھلی دعوت دیتی ہیں۔ سورۃ الغاشیہ
پ۳۰۔ اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ
کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ
سُطِحَتْ الخ (ترجمہ۔کیا پس نہیں دیکھتے اونٹوں کی طرف کہ کس طرح
پیدا کئے گئے، اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کئے گئے اور نہیں دیکھتے
پہاڑوں کی طرف کس طرح نصب کئے گئے اور کیا نہیں دیکھتے زمین کی طرف
کہ کس طرح بچھائی گئی الخ)۔ سورۂ عبس کی ان آیات کی طرف غور کیجئے۔
فَلْيَنظُرِ الْاِنسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنۢبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا
وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّ
فَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

(ترجمہ۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے
عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر اس میں ہم نے
غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے
اور چارہ پیدا کیا تمہارے واسطے اور تمہارے مواشی کے لئے۔)
سورۂ ملک کی ایک اور آیت کو لیجئے جو دعوتِ فکر دیتی ہے۔
اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ
مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۚ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝
(ترجمہ۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر

Marfat.com

پھیلاتے ہیں اور سمیٹ لیتے ہیں۔ بجز رحمٰن کے اُن کو کوئی تھامے ہوئے نہیں بیشک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔)

مذکورہ آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی فکر کو اپنے صفات اور افعال کی طرف متوجہ کیا ہے تا کہ وہ اِس امر کی تحقیق کریں کہ وہ اپنے صفات اور افعال میں یکتا اور بے مثل ہے۔ چنانچہ "اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ" اور "اَوَلَمْ یَرَوْا" سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ انسان جو آفاق و انفس پر عام نظر ڈالتے ہیں ان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ تحقیقی نظر سے آفاق و انفس کی تخلیق اور اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ اسی طرح ان دو آیات کی طرف توجہ کیجئے کہ وہ انفس و آفاق میں یافت حق کی کتنی کھلی دعوت دیتی ہیں۔ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (ترجمہ۔ اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی ہیں کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔)

اِن قرآنی دلائل اور واضح دعوت کے بعد علوم اسرار باطنی و دقائق علم التوحید، تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے انکار کے لئے علم و دلیل کی روشنی میں کوئی گنجائش نہیں پیدا ہوتی۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی تائید میں سینکڑوں قرآنی دلائل موجود ہیں بلکہ رسول اللہؐ کی بعثت کا سبب ہی قرآن نے تعلیم تزکیہ کو ٹھہرایا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک پیغمبر ان ہی میں سے جو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور پاک کرتے ہیں ان کو اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ (آپؐ کی بعثت سے پہلے) کھلی گمراہی میں تھے۔ قرآنِ مجید میں اسی طرح علومِ باطنی کی طرف صریحاً دعوت دینے والی متعدد آیتیں پائی جاتی ہیں۔

ائمۂ فقہ اور صوفیاء پچھلے کچھ دنوں سے تصوف کے خلاف جو کام ہوتا رہا اس میں اس پہلو پر زیادہ زور لگایا گیا کہ ائمۂ فقہ اور صوفیاء کو علم وعمل کے اعتبار سے ایک دوسرے کو مخالف صفوں میں کھڑا کر کے پیش کیا جائے تاکہ عام طور پر شریعت اور تصوف کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ حالانکہ علمائے متقدمین میں کوئی فرد ہی بڑی مشکل سے ایسا مل سکے گا جو تصوف کو نظر انداز کیا ہو۔ چنانچہ حضرت ابونعیم اصفہانیؒ نے اپنی کتاب حلیہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اور دیگر اولوالعزم صحابہؓ کو اور بعد والوں میں سفیان ثوریؒ و امام احمد حنبلؒ وغیرہ کو صوفیاء میں شمار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تدوینِ فقہ اور ائمۂ اربعہ کے ماحول پر نظر ڈالی جائے تو صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ ائمۂ فقہ نے بھی صوفیاء سے ہر ہر قدم پر کتنا استفادہ کیا ہے۔ کیا ان حقائق سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ امام شافعیؒ

Marfat.com

حضرت شیبان راعیؒ سے اپنے تخیل کی گرہ کھولنے میں مدد لیتے رہے۔
حالانکہ حضرت شیبان راعیؒ ایک صوفی تھے اور ان پڑھ مشہور تھے۔
کیا حضرت امام احمد بن حنبلؒ ہر ادق مسئلہ کے حل کے لئے صوفی حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ کی طرف رجوع ہو کر مَا تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا یَا صُوْفِیْ (ترجمہ۔ آپ کیا کہتے ہیں اس میں یا صوفی) جو کہتے تھے کیا اس جملہ کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اکثر تلامذہ ممتاز صوفیا میں شمار ہوتے تھے چنانچہ حضرت داؤد طائیؒ امام ابو حنیفہؒ کے ان ارشد تلامذہ میں بھی ایسی امتیازی شخصیت کے مالک تھے کہ ان سے اکثر اہم مسائل میں امام محمدؒ استفادہ کیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے ارد گرد تقریباً سارا ماحول ہی صوفیانہ تھا حضرت صوفی شفیق بلخیؒ امام ابو حنیفہؒ سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے امام ابو حنیفہؒ نے اپنی فقہ اکبر میں وفاق علم التوحید کے حصول کی شدت سے تاکید فرمائی ہے، امام مالکؒ بھی امام اعظمؒ ہی کے ہمعصر تھے اس لئے آپ بھی صوفیا سے اتنی ہی قریبی نسبت رکھتے تھے۔

صوفیا اور علم تصوف اسلامی نقطۂ نگاہ سے حق بجانب ہونے میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے جبکہ اس سلسلہ میں کتاب و سنت اور اجماع اس کی بنیادی اہمیت پر متفق ہیں اور اس کو اسلام کی حقیقی روح ثابت کرتے ہیں۔

<u>رویت الٰہی کا ثبوت</u> | رویت حق تعالیٰ کے لئے عرفان شرط ہے

Marfat.com

وہ عرفان کے متعلق گذشتہ صفحات میں ثابت کیا گیا ہے کہ عبادتِ حق تعالیٰ
ے لئے عرفان کس قدر ضروری ہے۔ یہاں صرف رویتِ الٰہی کی بحث ہے
س طرح عبادت کے لئے عرفان ضروری ہے بالکل اسی طرح عرفان کا نتیجہ
ہو یعنی رویت ہے وہ عرفان بے سود سمجھا جائے گا جس میں رویت نہ ہو۔
رفان کے اس مفہوم کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ شئے ظاہری کا عرفان
ہ سکتا ہے اور شئے ظاہر کی رویت محال نہیں۔ اس سلسلہ میں حدیثِ احسان
ے مدد لینے پر رویتِ الٰہی کے امکان اور اس کی ضرورت کی واضح دلیل
امنے آجاتی ہے۔ جبرئیلؑ کا وہ تیسرا سوال جو انھوں نے الاحسان
یا رسول اللہ پوچھا تھا اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا ؛ ان
تعبد اللہ کانّک تراہ فان لم تکن تراہ فانّہ یراك
(ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کر جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر یہ
ہو تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے)۔ اس حدیث سے آنحضرتؐ نے عبادت
ے لئے رویتِ حق کی طرف دعوت دی ہے اور اس میں اس بات کا
شارہ ہے کہ جس کی عبادت کی جارہی ہے اس کو دیکھ کر ہی عبادت
ینے سے ساری عبادتیں اخلاص اور اپنی ذاتی رغبت کی بنیاد پر
وتیں ہیں اور ایسی عبادت کا نام احسان ہے اور صاحبِ احسان
محسن کہا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت وَمَنْ اَحْسَنَ دِیْنًا مِّمَّنْ
اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ۔ (پ ۵ ع ۱۵)
مذکورہ حدیث کے عین مطابق ہے اور اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

Marfat.com

("اور ایسے شخص سے زیادہ بہتر کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو") اب یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حدیث احسان سے یہ کیا ضروری ہے کہ اس کو اسلام کا اتنا بنیادی مسئلہ بنا دیں جبکہ حضرت جبرئیلؑ نے اِس احسان کے سوال کو تیسرے درجہ پر کیا جس سے اس کی اہمیت کم ہوجاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے حضرت جبرئیلؑ نے جو سوالات بالترتیب کئے ہیں اس کو پیش نظر رکھیں تو اس کی اہمیت معلوم ہوسکے گی اور دین سے احسان کا کیا تعلق ہے واضح ہوجائیگا۔ جبرئیلؑ نے رسول اللہ سے پہلا سوال ما الاسلام یا رسول اللہ پوچھا یعنی اسلام کیا ہے یا رسول اللہ دوسرا سوال ما الایمان تھا یعنی ایمان کیا ہے اور تیسرا سوال تھا ما الاحسان یعنی احسان کیا ہے۔ اس ترتیب کو سامنے رکھیئے اور کہ دین کا پہلا درجہ اسلام دوسرا درجہ ایمان اور تیسرا درجہ احسان ہے یعنی احسان دین کا مرتبۂ کمال ہے اس حدیث میں اسلام، ایمان اور احسان میں فرق بتلایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام ہی کو دین قرار دیتا ہے ایمان اور احسان کا ذکر دینِ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ اسلام کے معنی یہاں اس دین کے ہیں جس میں ایمان اور احسان بھی شامل ہو۔ کیونکہ قرآن میں بھی اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

Marfat.com

لٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا الخ (ترجمہ ۔گنوار لوگ کہتے ہیں ہم
یمان لائے۔ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ
کہو ہم اسلام لائے۔)

قرآن ہی سے ثابت ہے اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے
ر حدیث احسان کا دینِ اسلام سے کیا تعلق ہے اس حدیث
ے اس آخری جملے سے معلوم ہو سکتا ہے رسول اللہؐ کے زبان مبارک
ے ادا ہوا تھا۔ ھٰذا جبریل جاء یعلم الناس
دینھم (یعنی یہ جبریلؑ تھے جو لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے)۔
امام بخاریؒ نے آنحضرتؐ کے اس جملہ یعلم الناس دینھم
ی لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے' کے متعلق جو تشریح کی ہے وہ
ہے جعل ذالك كله من الایمان، یعنی آنحضرت
نے ان تمام باتوں کو (ایمان) دین میں داخل کر دیا یعنی رسول اللہؐ
نے جو کہا کہ یہ جبریلؑ تھے اور لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے تو اس
سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جبرئیل نے رسول اللہؐ سے جتنے
سوالات کئے وہ سب دین میں داخل ہو گئے۔ حدیث مذکورہ سے
ی رویتِ الٰہی ممکن بلکہ ضروری ثابت ہوتی ہے۔

البتہ رویتِ الٰہی تشبیہ میں ہو سکتی ہے یا تنزیہہ میں یہ
ایک اہم سوال ہے اس کے لئے اتنی تشریح بہت کافی ہوگی کہ
شبہ کبھی منزہ کو تنزیہہ میں نہیں دیکھ سکتا اب دوسری صورت

Marfat.com

ہو سکتی ہے کہ تنزیہہ کو بصورت تشبیہہ دیکھیں اور یہ ممکن ہے خود اللہ نے قیامت کے دن اپنے دیدار کا جہاں ذکر فرمایا ہے وہاں تشبیہی لفظ "ساق" ارشاد ہے۔ اس میں شک نہیں یہاں کی تشبیہہ اور وہاں کی تشبیہہ میں بہت بڑا فرق ہے لیکن ہے تو تشبیہہ ہی۔ قیامت میں دیدار حق کے متعلق ارشاد ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ٥ (پ ۲۹۔ القلم)

(ترجمہ) "جس دن کھولا جاوے گا پنڈلی سے اور بلائے جائیں گے طرف سجدے کی پس نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوگی اور سجدے کی طرف یہ لوگ بلائے تھے اور وہ سالم تھے"۔

مذکورہ آیت میں اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قیامت میں دیدار الٰہی "ساق" سے ہوگا اور لفظِ "ساق" دلالت کرتا ہے تشبیہہ پر یعنی قیامت میں بھی تشبیہہ سے دیدار حق ہوگا۔ اس کے بعد عام نظریات نے جو کلیہ بنا لیا تھا کہ تشبیہہ میں حق کی رویت محال ہے تو اس آیت سے ثابت ہے کہ دیدار تشبیہہ سے ہی ہوگا اس سے یہ بات ذہن میں آجاتی ہے کہ حق تعالیٰ کا ظہور تشبیہہ میں ہو سکتا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ جو لوگ عالم شہادت میں

Marfat.com

یں اللہ کی عبادت سجدہ و سجود محض اِس نظریہ سے کرتے ہیں کہ اللہ تنزیہہ میں ہے اور تشبیہہ یں اس کے ظہور کو نا ممکن و محال تصور کرتے ہیں تو ایسا طبقہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے کس طرح مشرف ہوگا۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تشبیہہ میں ظہور نہیں کرتا۔ اور قرآن سے ثابت ہے کہ دیدارِ خداوندی بصورتِ تشبیہہ ہوگا۔ لازماً وہ طبقہ دیدار الٰہی سے محروم ہوگا جو اس عالم یں عبادت کرتے ہوئے محض تنزیہہ کا قائل ہے۔ اور وہ گروہ دیدار خداوندی سے مشرف ہوگا جو تشبیہہ میں بھی ظہور الٰہی کا عقیدہ رکھتا ہے اور اپنے اسی عقیدے کی بنا پر قیامت میں بھی دیدار الٰہی جو بصورت تشبیہہ ہوگا حظ اُٹھائے گا۔ چنانچہ اس کی تائید ذیل کی حدیث سے ہو جاتی ہے۔

فِی رِوَایَةِ اَبِی سَعِیدٍ فَیَقُولُ هَلْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهٗ اٰیَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَکْشِفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا یَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ اللّٰهَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا یَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ اِتِّقَاءً وَرِیَاءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَاحِدَةً کُلَّمَا اَرَادَ اَنْ یَسْجُدَ عَلٰی قَفَاهُ

(ترجمہ۔ حضرت ابی سعیدؓ نے روایت کی۔ پس فرمائے گا اللہ تعالیٰ کیا تمہارے اور تمہارے رب کے مابین کوئی نشانی ہے جو تم اس کو

Marfat.com

پہچان سکو پس وہ کہیں گے ہاں، پس وہ (اللہ تعالیٰ) ظاہر ہوگا ساق سے پس اُن میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا اور سب سجدہ کریں گے وہ جو سجدہ کرتا تھا (دنیا میں) خدا کو ذاتی رغبت و اخلاص سے مگر حکم دے گا اللہ تعالیٰ اس کو سجدے کا۔ اور باقی نہ رہے گا کوئی اُن میں سے جو سجدہ کرتا تھا خوف دریا سے مگر کرے گا اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھ پر پھر جب وہ سجدہ کرے گا تو گدی کے بل الٹا گرے گا۔)

مذکورہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے نشانی پوچھیگا جس سے وہ اپنے رب کو پہچان سکیں گے اور جب وہ کہیں گے کہ ہاں ہم نشانی رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بصورت تشبیہ ساق سے ظاہر ہوگا اور وہ لوگ جو دنیا میں حاضر و ناظر اور موجود تشبیہ میں تسلیم کرتے تھے اُن کے لئے ساق سے ظاہر ہونے میں ان کے عقیدے کے مطابق واقعہ پیش آئے گا اور وہ لوگ سجدے میں گریں گے۔ لیکن وہ گروہ جو اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ محض مانتا تھا اور دنیا میں ساری عبادتیں خوف و ریاء سے کرتا تھا وہ اس دنیا میں تشبیہہ میں اللہ کے ظہور کو تسلیم نہ کرتا تھا تو جب قیامت کے دن اس کے پاس اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی کوئی نشانی نہ ہوگی اور اس کے عقیدۂ تنزیہہ کے خلاف جب اللہ تعالیٰ بصورت تشبیہہ "ساق" سے ظاہر ہوگا وہ حق تعالیٰ کو پہچان نہ سکے گا اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے ظہور کو تشبیہہ میں تسلیم نہیں کرتا تھا بلکہ محال سمجھتا تھا ایسا ہی قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی تشبیہہ سے ہونے والی جلوہ گری پر ایمان نہ لائے گا اور

Marfat.com

دیدار الٰہی سے محروم رہے گا اور دوسرے لوگوں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر جب خود بھی با دلِ ناخواستہ سجدہ کرنا چاہے تو سر کے بل اُلٹا گرے گا جس طرح حدیث بالا میں مذکور ہے۔ اللہ اس دردناک عذاب سے ہر مومن کو محفوظ رکھے آمین۔ اس سے بڑا اور کیا عذاب ہو سکتا ہے کہ قیامت میں بھی اپنے رب کے دیدار سے محرومی نصیب ہو۔ مذکورہ دلائل سے ثابت ہے کہ قیامت میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے لئے اس عالم میں رویت الٰہی ضروری ہے کیونکہ جب هَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُ آيَةٌ پوچھا جائے گا کیا نشانی بتلائی جائے گی جب کہ اس عالمِ ناسوت میں رویت ہی نہ ہو۔ لہٰذا اللہ عزوجل جملہ مؤمنین و مؤمنات کو اس عالم میں اپنی رویت کرا دے جس کی نشانی سے سب کو قیامت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہونا نصیب ہووے۔ آمین ثم آمین

اس کے بعد بھی اگر کوئی رویت الٰہی سے انکار کرے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ دیدار کی نعمت اس کے مقدر میں نہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(واللہ اعلم بالصواب)

۱۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

فقیر

شاہ سید محمد ظہور الحق بخاری چشتی و قادری کان اللہ لہٗ

ساکن سڑک سٹر جان حیدر آباد دکن

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيۡنَ وَاَصۡحَابِهِ الرَّاشِدِيۡنَ

اما بعد فقیر الی اللہ الغنی احقر العباد ابومحمد وابومحمود سید مجیب الدین حسینی چشتی القادری الحنفی المتخلص بہ واصل حیدرآبادی غفراللہ لہٗ اپنے بعض احباب کے اس استفسار پر کہ ایمان کے لئے عرفان و رویت حق تعالیٰ ضروری ہے یا ذوقی شوقی عرض پرداز ہے کہ بلا رویت حقتعالیٰ تحقیق و عرفان حقتعالیٰ صحیح اور بلا عرفان حقتعالیٰ کے تصدیق و اقرار شروط ایمان طاعات و عبادات درست و مکمل نہیں۔ چنانچہ جن و انس کی پیدائش کا مقصد معرفت الٰہی ہے کہ یافت معبود کے بعد عبادات و طاعات صحیح و درست ہوسکیں۔ ارشاد باری وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ کی تفسیر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس نے یہی فرمائی ہے۔ چونکہ اس مقالہ میں رویت و عرفان حق تعالیٰ جل شانہٗ کا اثبات ہے اس لئے اس کا نام نامی اسم گرامی مراۃ الحق رکھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور میرے ایمان و ایقان کی

Marfat.com

قوی دلیل بنا کر بطفیل سید المرسلین و آلہ الطاہرین و اصحاب الراشدین وعرفاء المحققین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میری اور میرے جملہ اسلاف و اخلاف کی نجات و مغفرت و رفع درجات کا وسیلۂ جلیلہ بنائے آمین۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے) کچھ اسی نیکی یہ نہیں کہ اپنا منہ مشرق (یعنی کعبۃ اللہ) یا مغرب (بیت المقدس) کی طرف کریں۔ بلکہ اصلی نیکی یہ ہے کہ ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور مال دے اس کی محبت میں قرابتداروں کو اور یتیموں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردن چھڑانے کے لئے اور قائم کرے نماز اور دے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے عہد کے جب عہد کریں اور صبر کرنے والے فقر

Marfat.com

فِی الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَأْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (پ۲ ۔ رکوع ٦)

میں اور بیماری میں اور لڑا[ئی] میں یہی ہیں جنھوں نے سچ کہ[ا] اور یہ لوگ وہی ہیں پرہیزگا[ر] متقی ۔ (پ۲ ع ٦ ۔ تفسیر قا[دری])

اس ارشادِ باری سے یہ ثابت ہوا کہ صرف عبادات وطا[عات] نماز روزہ حج زکوٰۃ اصل نیکی یعنی ایمان نہیں (جبکہ اس کی فر[ع] یعنی اسلام ہیں) اور اصل نیکی اللہ تعالیٰ وقیامت و ملائکہ و کت[ب] و نبیوں پر ایمان لانا ہے تاکہ عبادات وطاعات صحیح درست ہو[ں] یہی وجہ ہے کہ عبادات وطاعات نماز و زکوٰۃ خیر خیرات و عہد و[غیرہ] وغیرہ کو ایمان کے بعد بیان فرمایا ۔ اسی اسلام اور ایمان کے فرق کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ذیل کے آیات میں اور بھی واضح بیا[ن] فرمایا ہے ۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ۝

(پ ۲٦ سورہ حجرات ع ۳)

کہا گنواروں نے (بنی اسد و غطفا[ن]) کے ہم ایمان لائے (اے محمد صلی اللہ علیہ [وسلم]) ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے کہو کہ اسلام لائے۔ اور نہیں داخل ہے ایمان تمہارے دلوں میں (یعنی تمہار[ے] دل زبان کے موافق نہیں) ۔ (تفسیر قا[دری])

ا۔ اس واسطے کہ ایمان زبانی اقرار ہے تصدیق دلی کے ساتھ اور تم کو صرف اقرار ہے تصدیق نہیں اور اسلام سے لغوی اسلام مراد ہے کہ وہ اطاعت قتل وقید سے ڈر کر اسلام میں داخل ہونے اور کلمہ طیبہ صرف زبان سے پڑھ لینے کا نام ہے ۔ (تفسیر قادری)

Marfat.com

اور اسی فرق کو واضح فرمایا نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے استفسار پر حضرت جبریل علیہ السلام کے جس کے راوی ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

قَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ ۔

کہا جبریل علیہ السلام نے یا محمدؐ مجھے خبر دیجئے اسلام سے. کہا نبی کریمؐ نے اسلام یہ ہے کہ شہادت دے تو اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بیشک محمد رسول ہیں اللہ کے اور قائم کرے تو نماز اور دے تو زکوٰۃ اور رکھے تو روزے رمضان کے اور کرے تو حج بیت اللہ اگر تجھ میں استطاعت ہے طرف اس کی کہا (جبریل علیہ السلام نے) سچ فرمایا۔

قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ۔ قَالَ صَدَقْتَ ۔

پھر کہا (جبریل علیہ السلام نے) پس خبر دیجئے آپ ایمان سے کہا (نبی کریم نے) تحقیق تو ایمان لا اللہ پر اور ملائکہ پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور ایمان لا تو اندازہ پر خیر و شر کے کہ اسی سے ہے۔

کہا جبریل علیہ السلام نے) سچ فرمایا۔

Marfat.com

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ صَدَقْتَ۔

(رواہ مسلم)

پھر کہا (جبریل علیہ السلام نے) پس خبر دیجئے آپ احسان سے۔ کہا (نبی کریم نے) عبادت کر تو ایسی کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہو۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یقین رکھ کہ بیشک خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ کہا (جبریل علیہ السلام نے) سچ فرمایا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)۔

ان آیات و احادیث پاک نے اسلام و ایمان کا نمایاں فرق ظاہر فرمایا۔ اور حدیث احسان نے طریقہ عبادت کو شرط رویت حق تعالیٰ سے مقید فرمایا لہٰذا انسان مسلمان ہوتا ہے درحقیقت حصول ایمان کے لئے نہ کہ محض اسلام پر ہی حصر کرکے بیٹھے رہنے کے لئے۔ اصل نیکی ایمان ہے اسلام نہیں اور اسلام تقلید ہے تحقیق نہیں اسی لئے ہر کافر کلمہ پڑھتے ہی مسلم ہو جاتا ہے لیکن مومن نہیں ہوتا جب تک ایمان کی تین کڑی شرطیں پوری نہ کرلے وہ ہیں۔ (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب (۳) عمل بالارکان۔ اقرار لسانی حد شریعت ہے۔ اسلام ہے اور تصدیق قلبی شریعت۔ طریقت حقیقت معرفت چاروں کی جامع اور رکن رکین اعمال ہے۔ جان ایمان ہے اور یہ "تصدیق" بلا تحقیق و مشاہدہ و مکاشفہ حق ناممکن و محال ہے اور بلا تصدیق قلبی اقرار لسانی و اعمال بدنی لغو و باطل۔ کیونکہ انسان چاند کو چاند اور سورج کو سورج جب ہی کہہ سکتا ہے جبکہ اس کا دل آنکھ کے ذریعہ تصدیق کرلے کہ یہی چاند ہے اور یہی سورج کبھی وہ بلا تصدیق و تحقیق کے چاند کو

Marfat.com

چاند اور سورج کو سورج نہ کہہ سکے گا لہٰذا جس کی تحقیق ہو گی اسی کا اقرار کر سکے گا اور عمل پیرا ہو سکے گا۔ جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تفسیر آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ میں لِیَعْبُدُوْنَ کو لِیَعْرِفُوْنَ سے تعبیر فرمایا اسی لیے کہ عبادت بلا یافت معبود صحیح و درست نہیں ہے اور عرفانِ حق تعالیٰ سے متعلق فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ اللّٰهُ مَا عَرَفَ اللّٰهَ وَمَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كُلَّ لِسَانُهٗ

جس نے پہچانا اللہ کو اس نے پھر اللہ نہیں کہا اور جس نے اللہ کہا اس نے اللہ کو نہیں پہچانا اور جس نے اللہ کو جانا اس کی زبان بند ہوئی۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ اللہ اللہ کے ذکر میں لگا ہوا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو جان لیا ہے پھر اس نے اللہ اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ پکارنا غائب کا درست ہے اور جو ذات حاضر و مخاطب جان لی جا چکی ہو اس کا پکارنا فعل عبث اور اس کو غائب سمجھنے کے مترادف ہے اس خصوص میں خواجہ خواجگان خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ اور مجددی نقشبندیوں کے قادریہ طریق میں اوپر کے پیر یہ فرماتے ہیں جس کو خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں نظم فرمایا ہے۔ شعر

ہر کہ نادیدہ نام او گوید   مشرک است و فضول ناہنجار

Marfat.com

(ترجمہ) جو کوئی نام اللہ کا بغیر دیکھے لے ۔ وہ مشرک ہے اور فضول و نالائق ہے
اس پاک شعر نے تو بات کھول دی کہ بغیر دیکھے بوجھے ذکر کرنا یا نام لینا شرک ہے جبکہ نام لینا ہی شرک ہے تو عبادات و طاعات سب کے سب دریا برد بلکہ شرک اکبر صلاح نشد بلا شد۔ اس لئے کہ بغیر معرفت دیافت کے جس کسی شئے کا نام لیا جائے وہ شئے اس نام گیرندہ کی ومفروضہ ہونا لازم آتا ہے اور شئے قیاسی ومفروضہ شئے اصلی کی غیر اور یہی وجہ شرک ہے ۔ ایسا ہی سلطان باہو نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ نے اپنے مقالہ عین الفقر کے صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں۔

اَلذِّكْرُ بِلَا فِكْرٍ كَصَوْتِ الْكَلْبِ ۔

ذکر بلا فکر (یعنی بلا یافت) کے کتے کی آواز ہے۔

جو صرف بھوں بھوں کرتا ہے اس سے بھی مذکورہ امور پر روشنی پڑتی ہے کہ کسی کے نام لینے اور طاعت وعبادت کرنے کے لئے اس کی تحقیق و یافت لازمی ہے جیسا کہ حدیث احسان میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاَخْبِرْنِی عَنِ الْاِحْسَانِ کے جواب میں ۔

قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔ قَالَ صَدَقْتَ ۔

(پہلی بات یہ کہ) فرمایا جب تم عبادت کرو اللہ کی (تو اس طرح کہ) گویا معبود کو دیکھ رہے ہو اور (دوسری بات یہ کہ) اگر نہیں دیکھ سکتے اس کو تو وہ بلا شبہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ ( )

Marfat.com

اس طرح معبود کو دیکھکر عبادت کرنا احسن و افضل فرمایا جو ایمان کا درجہ ہے اور اگر نہیں دیکھ سکتے ہو تو عبادت کے وقت مسلم کم ازکم اتنا ضرور خیال رکھے کہ وہ ہم کو بلاشبہ دیکھ رہا ہے جس سے عبادت صد اسلام میں باقی رہ سکے ہر انسانِ مکلّف مامور ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے کہ ایمان کی کڑی شرط تحقیق و تصدیق پوری ہو جائے۔ یہ مسئلہ کوئی ذوقی و شوقی نہیں بلکہ حقیقت ایمان ہے اس کا انکار ایمان کا انکار ہے ت کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے اور قوی دلائل دیکھتے ہوئے انکار پر ڈٹ نا مشرک بنا دیتا ہے۔ دیکھو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح انسانِ مکلف کو مامورِ معرفت فرمایا۔ فرماتے ہیں :-

شَهِدتُ بِاَنَّ اللّٰهَ لَا شَيْءَ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہے اور
غَيْرَهُ اِنَّ كُلِّ مُكَلَّفٍ	نہیں کوئی شئے اس کی غیر تحقیق کہ ہر
مَاْمُوْرٌ بِمَعْرِفَتِ اللّٰهِ تَعَالٰى	مکلف معرفت الٰہی کے لئے مامور ہے
مَعْنِي الْمَعْرِفَتِهِ اَنْ يُّعْلَمَ	اور معرفت کے معنی ہیں معلوم کو ایسا ہی
لْمَعْلُوْمُ عَلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ	جاننا جیسا کہ وہ ہے تاکہ اس کے
بِحَيْثُ لَا يَخْفٰى عَنْهُ مِنْ صِفَاتِ	صفات سے کوئی صفت مخفی نہ رہے
لْمَعْلُوْمِ شَيْءٌ لَا بِالظَّنِّ	ظن و تقلید سے کوئی علم معرفت حاصل
فَالتَّقْلِيْدِ لَا يَحْصُلُ الْعِلْمُ	نہیں ہوسکتا اس لئے کہ معنی ظن جائز
وَالْمَعْرِفَتَهُ لِاَنَّ مَعْنِي الظَّنِّ	رکھتا ہے دو امروں سے ایک امر کو
تَجْوِيْزُ الْاَمْرَيْنِ اَحَدَهُمَا	جو ظاہر تر ہو دوسرے امر سے اور تقلید

Marfat.com

ظَهَرَ عَنِ الاٰخِرَةِ وَمَعْنَى التَّقْلِيْدِ قُبُوْلِ قَوْلِ مَنْ لَا يَدْرِىْ مَا قَالَ وَمِنْ اِيْنَ قَالَ وَذَالِكَ لَا يَكُوْنَ عِلْمًا ه (ازمیزان التوحید واسرارحق)

کے معنی ہیں کسی کی بات کو مان لینا بغیر سمجھے اس کے کہ وہ کیا کہتا ہے اور کہاں سے کہتا ہے علم معرفت کے لئے ظن و تقلید کافی نہیں ہے۔

اور فرمایا حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ۔

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفَ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهَ فَقَدَ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ ٭

جو شخص فقہ (یعنی احکام شریعت) جانتا ہے اور تصوف (یعنی مسائل عرفان و ایقان) نہیں جانتا وہ فاسق ہے اور جو تصوف جانتا ہے اور فقہ نہیں جانتا وہ زندیق ہے اور جو دونوں علوم سے آراستہ ہے وہ محقق ہے۔

(ازمیزان التوحید)

اذکار اسماء بلا یافت مسمیٰ کی نسبت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر

بگذر از اسم و مسمیٰ را بیاب   بے مسمیٰ بر تو نبود فتح یاب

(ترجمہ چھوڑ اسم کو اور مسمیٰ کو پا   بغیر مسمیٰ کے تجھ پر دروازہ کھلے گا)

اب رہی بات ایمان تحقیقی کے لئے مشاہدہ و ملاحظہ حق کی کہ آیا وہ ذات پاک سر کی آنکھوں سے نظر آتی ہے یا سر کی آنکھ سے یعنی دل کی آنکھ سے۔ دل کی آنکھ سے مراد بصیرت قوت مدرکہ ہے اور مدرکہ ظاہر و باہر صورتوں کے دیکھنے کے لئے چشم بصارت کو ذریعہ بنا لیتا ہے اگر بصارت

Marfat.com

ناقص ہے تو مدرکہ کیسا ہی قوی وکامل کیوں نہ ہو لطف دیدار حاصل نہیں ہوتا ایسا ہی اگر بصارت قوی وکامل ہے مگر مدرکہ یعنی بصیرت ناقص ہے تب بھی لطف دیدار ندارد ہے کیونکہ بصیرت اپنے نقص محلی کی وجہ جو بھی بصارت بتلا رہی ہو اس کی یافت سے قاصر ہو جاتی ہے اسی لئے بصیرت اور بصارت دونوں کا کامل و درست ہونا شئے ظاہر کے دیدار کے لئے ضروری ہے اور شئے باطن کے لئے بھی مدرکہ جب ہی ادراک کرسکیگا جبکہ وہ شئے ظاہر نظر آئے تاکہ اس کے باطن کا ادراک کیا جاسکے اگرچہ باطن کے لئے مدرکہ کی ہی ضرورت ہے مگر شئے باطن کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے اس کا ظاہر مرئی ہونا ضروری ہے اور مدرکہ شئے ظاہر کی یافت کے لئے باصرہ۔ شامہ۔ لامسہ ذائقہ وسامعہ سے کام لیتا ہے اور شئے ظاہر کے دوسرے رخ باطن کی یافت کے لئے حافظہ۔ واہمہ متخیلہ وحس مشترک سے اور اگر شئے باطن در باطن ہو تو ان تمام حواس کے قطع نظر خود مدرکہ بنفس نفیس متحرک ہوتا ہے اور ذات شئے یا صفات شئے کو پالیتا ہے صفات کا پانا بھی ذات کا پانا ہی ہے کیونکہ صفات ہی ذات سے منفک نہیں ہیں قائم بذات ہیں بلکہ بعض اعتبار سے عین ذات ہیں اس طرح صفات کی معرفت عین ذات کی معرفت ہو جاتی ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

تَفَکَّرُوْا فِیْ صِفَاتِ اللہِ — فکر کرو خدائے تعالیٰ کے صفات میں
وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللہِ — اور فکر نہ کرو حق تعالیٰ کی ذات میں۔
(از میزان التوحید)

اگرچہ کہ آیت کریمہ ـــ

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ	نہیں ادراک کرتی اسے نظریں اور
يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ	وہ ادراک کرتا ہے نظروں کو اور
اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿پ ع ۱۳﴾	وہ لطیف و خبیر ہے ـــ

بظاہر بصارت سے دیدار حق کو ناممکن ثابت کرتی ہے لیکن غور و تعمق سے دیکھا جائے تو بات صاف ہوجاتی ہے کہ بصارت کا کام دیکھنے کا ہے ادراک کا نہیں اور ادراک کا معنی ہے کامل شئے کا احاطہ کرلینا اور یہ بوجہ تقید و تشبہ بصارت سے ناممکن ہے اس لئے ادراک میں بصارت عاجز ہے لیکن اس سے دیدار کی نفی نہیں کی جا سکتی اور اس لئے بھی کہ اس کے بعد کے آیات اس کی تشریح کر رہی ہیں ۔ ملاحظہ ہو :-

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ	تحقیق کہ آئیں تمہارے پاس نشانیاں
مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ	(صفات) کھلی ہوئی تمہارے رب کے پاس سے
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ	پھر جو کوئی دیکھے وہ نشانیاں تو اس کا
فَعَلَيْهَا ﴿پ ع ۱۳﴾	فائدہ اسی کو ہے اور جو اندھا ہو جائے نہ دیکھے نشانیاں (یعنی صفات جو عین ذات ہیں) کو تو اس کا نقصان اسی کو ہے (پ ع ۱۳ تفسیر قادری)

سے صاف ظاہر ہے کہ دیکھنے والے کو فائدہ دیدار حاصل ہوگا اور نہ دیکھنے والا اس فائدہ سے محروم و نقصان میں رہے گا ۔ دوسرے یہ کہ بصارت تقید و تشبہ ذاتی کی وجہ ذاتِ مطلق و منزہ کو نہیں دیکھ پاتی

Marfat.com

و احاطہ کر سکتی ہے لیکن مشبہ و مقید شیٔ کو تو دیکھ سکتی اور ادراک کر سکتی ہے لہٰذا جہاں ذات حق تعالیٰ منزہ ہے صرافت ذاتی رکھتی ہے اور بصارت و ادراک سے بلند و بالا تر ہے وہاں مشبہ و مقید بھی ہے کہ اس ذات کے سوائے کوئی دوسری ذات موجود ہی نہیں اگر کوئی ذات موجود پائی جاتی ہے تو اسی کے وجود سے موجود پائی جانا لازمی ہے۔ جہاں وہ ذات ہوالباطن منزہ بہ شباہت ہے وہیں ہوالظاہر مقید بہ شباہت بھی ہے اس طرح پر کہ اگر بصارت ذات منزہ ہوالباطن کے دیکھنے اور سمجھنے میں عاجز ہے تو اسی ذات مشبہ ہوالظاہر کے دیدار پر قادر و مختار بھی اور یہ اختیار اس کو اس وجود کی وجہ سے ملا ہے جو اس کے ظہور و تخلیق کا سبب ہے لہٰذا جس کے مدرکہ نے اس سر تخلیق کو پالیا ہو وہ مرد مومن عارف ہر آن اپنے رب کے دیدار سے ہوالباطن و ہوالظاہر یعنی صفت تنزہ و صفت تشبیہ ہر دو شان میں بذریعہ بصارت و بصیرت لطف اندوز ہے۔ شعر

خدا کو اہل نظر چشم سر سے دیکھتے ہیں — جناب کیسی بصیرت بصر سے دیکھتے ہیں
آتے ہیں خود ہی دیکھنے والوں کے سامنے — پردہ انھیں سے ہے جنھیں تاب نظر نہیں

حق تعالیٰ جل شانہٗ کے لئے جہاں نزاہت ثابت ہے وہاں شباہت بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ (پ ۲۷ ع ۱۷)

یعنی ذات حق ہی سب کے اول و آخر ہے کیونکہ وہی واجب الوجود قدیم ہے

Marfat.com

ہے اور باقی رہے گا اور ذات حق ہی سب سے ظاہر و سب کی باطن ہوگا کیونکہ وہی وجود اصلی ہے شبیہ ظاہر کرنے والی ہے اور اسی کے بطون، قیام اشیاء و تشبیہات کا مدار ہے۔ جب چاروں اعتبار سے ذات حق ہی ظاہر ہے اور کوئی دوسرا موجو ظاہر ہی نہیں ہے تو تمام تشبیہات نظام حق ہوئے اور حق ان صورتوں سے ظاہر ہوتا ثابت ہوا

چنانچہ اسی ہوا لظاہر کو سمجھانے اور دکھانے کے لئے کتب بھی اللہ نازل ہوئے انبیاء علیہم السلام آئے اور ان کے بعد ان کے تعلیمات ان کے ورثاء خلفاء پیران کبار نے سلسلہ بہ سلسلہ اسی ایمان تحقیقی کو مسلم تک پہونچایا جیساکہ بیان فرمایا حق تعالیٰ نے اپنے تشبیہات کو اپنے کلام پاک میں : نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں ہر شخص کے رگِ جان سے بھی قریب تر ہوں کیونکہ بظاہر رگ جان جو اس شخص کا ایک عضو ظاہر ہے اس کے اور اس شخص کے نفس کے درمیان کوئی فصل و بُعد نہیں ہے کیونکہ یہ اسی کا جزو ہے لیکن حق سُبحانہٗ تعالیٰ اس سے بھی بہت ہی نزدیک ہے اصل وہی حقیقت وجود ہے اور وہ شئے اس وجود کے ظہور کی صورت اور ہی فرمایا ہے :-

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۝ — جدھر تم اپنا پھیروگے وہیں ذات حق کو پاؤگے۔

Marfat.com

جو مومن عارف بر ظہورِ حق ہوگا وہی ہر صورت خلق میں اللہ تعالیٰ کی ذات
مطلق ہی کو مشاہدہ کرے گا۔ و نیز اَللّٰہُ مَعَنَا (اللہ ہمارے ساتھ ہے)
سے بھی یہی بات ظاہر ہے اور اسی ظہور کو تفصیلاً و تشریحاً آیات ذیل
میں یوں بیان فرمایا :۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۝ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ۝ (پ۲۵ ع ۱)

ہم ابھی دکھا دیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں (یعنی عالم میں) اور ان کے نفس میں (یعنی ان کی ذاتوں میں) بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا۔ کہ وہی حق ہے ۝ کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر شئے پر حاضر و موجود ہے یہ دیکھو (اے محمد) کہ وہ لوگ اپنے رب کے دیدار و رویت کے بارے میں شک میں ہیں۔ بلاشک وہ ذات ہر شئے پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(تفسیر قادری)

احاطہ کا بیان اس شدت سے اس لئے ظاہر فرمایا کہ محاط سے پہلے محیط
کا مرئی ہونا لازمی و بدیہی امر ہے اور فرمایا :۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (پ ۲۶ ع ۱۸)

اور یقین لانے والے (مومنین) کے لئے زمین میں نشانیاں موجود ہیں اور وہ خود اپنے آپ میں کیوں نہیں دیکھتے۔ (تفسیر قادری)

آیات متذکرہ صدر سے صاف ظاہر ہے کہ یقین لانے والوں یعنی تحقیق

Marfat.com

حاصل کرنے والے مومنین کے لئے زمین یعنی تمام عالم میں نشانیاں (یعنی صفات جو عین ذات ہیں) موجود ہیں اور وہ خود اپنے آپ میں کیوں نہیں دیکھتے سے ذات مومن محقق میں دیکھنا اور دِکھنا ثابت ہے اور فرمایا:۔

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ۝ (پ ۲۱۔س۔روم ع ۱)

کیا ان لوگوں نے دلوں میں غور نہیں کیا اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور کچھ ان کے درمیان میں ہے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ وقت مقرر کے واسطے اور اکثر لوگ اپنے رب کے دیدار کے قائل ہیں۔

مخلوق جو دیدار کی قائل ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوشنودی کا اظہار فرمارہا ہے اور فرمایا:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور (سبب ظہور) وجود ہے ۵ لہٰذا جو شئی موجود ہوگی وہی نظر آئے گی اور فرمایا:

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ

اور وہی اللہ ہے آسمانوں و زمین میں یعنی آسمانوں اور زمین میں اور اس میں جو بھی شئی ہے اس کے تشکل میں وہی ہے اور کوئی دوسری شئے نہیں اور فرمایا:۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (پ ۱۵ ع)

اس آیت کی تفسیر میں عین القضاۃ رح میں ہے: ہر کہ اینجا ندید محروم است در قیامت بلذت دیدا[ر]

Marfat.com

(جو شخص بھی یہاں نہیں دیکھا قیامت میں دیدار کی لذت سے محروم ہوگا)
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے :-

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (جب تجھ سے تیرا پردہ اٹھایا جائیگا تو
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۔ اسوقت تیری نظر تیز ہوگی یعنی جب تو نہ رہیگا۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا موت سے پہلے اختیاری موت کا مزہ
چکھے گا اور تیرے ہونے کا جو تجھے دھوکہ ہے وہ اٹھ جائے گا تو تیری نظر تیز
ہوگی اس سے مراد یہ ہے کہ جب ناحق سے نظر بالغ ہوگی تو حق نظر آئیگا۔
طرح اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کے ساتھ ساتھ تشبیہہ بھی ثابت ہوئی اور
فرمایا نبی کریم علیہ تحیۃ والتسلیم نے اس خصوص میں :-

لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ـ عن ابن عباس متفقہ علیہ ۔ نہیں کوئی الٰہ (یعنی
معبود و موجود) تیرا غیر یعنی جو بھی الٰہ تیرا غیر ثابت ہے وہ موجودیت میں
ا غیر نہیں عین ہے ۔ اور فرمایا:-

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ جو شئی اللہ تعالیٰ سے خالی ہو وہ باطل
بَاطِلٌ ۔ متفق علیہ ۔ یعنی معدوم ہے ۔

ر فرمایا حدیث قدسی میں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ اور نہیں تقرب حاصل کرتاہے میرا بندہ
بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا میری طرف ادائی فرائض سے یعنی (قرب
افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ وَمَا فرائض سے) اور ہمیشہ بندہ نزدیک ہوتا
یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ ہے نوافل سے (یعنی قرب نوافل سے) کہ

Marfat.com

اِلَی بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحِبَّہٗ فَاِذَا	میں جب اس کو دوست رکھتا ہوں تو
اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ عَیْنَہُ الَّتِیْ	اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ
یُبْصِرُ بِھَا وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ	دیکھتا ہے اور اس کا کان ہو جاتا ہوں
بِھَا وَ اُذُنَہُ الَّتِیْ یَسْمَعُ بِھَا	جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا
وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا	ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں
وَفُؤَادُ الَّذِیْ یَعْقِلُ بِھَا	ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا
وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِھَا	دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور
(احمد۔ ترمذی۔ طبرانی)	اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے
	(روایت کیا اس کو احمد۔ ترمذی۔ طبرانی نے)

لیجئے دیدار وشبیہ حق تعالیٰ کی حدیث قدسی کہ مومن عارف خدا کو تنزیہ محض ہونے کی وجہ اگر نہیں دیکھ سکتا ہے تو اپنے ہاتھ و پاؤں کو تو دیکھ سکتا ہے جو مذکورہ اعتبار سے عین اللہ ہیں۔ اور فرمایا۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ	میں نے دیکھا اپنے رب کو اچھی
فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔	صورت میں۔
(ترمذی۔ دارمی۔)	(روایت کیا اس کو ترمذی دارمی نے)

اور فرمایا:

اِنِّیْ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ	بیشک میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان
صُوْرَۃٍ شَابٍ اَمْرَدَ۔	کی اچھی صورت میں دیکھا۔

اور فرمایا:۔

Marfat.com

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ ۔ جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا۔

اور فرمایا۔

اَنَا اَحْمَدٌ بِلَا مِیْمٍ وَ اَنَا عَرَبٌ بِلَا عَیْنٍ ٥ میں احمد ہوں بلا میم کا اور میں عرب ہوں بلا عین کا۔

یعنی میں ہی احمد ہوں اور میں ہی احد ہوں اور میں ہی عرب ہوں اور میں ہی رب ہوں باعتبار وجود کے کیونکہ عبد و رب کا وجود ایک ہی ہے. رب کی صورت تنزیہ ہے اور عبد کی صورت تشبیہ اور ظہور بعد میں صورت تنزیہ نے ہی صورت تشبیہ اختیار کی ہے اور اسی خصوص میں فرمایا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ نے اپنے خطبات میں جن کو فتوحات مکیہ اور جواہر الحقایق و اسرار حق نے نقل کیا ہے :۔

اَنَا نُقْطَۃُ بَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ اَنَا جَنْبُ اللّٰہِ الَّذِیْ فَرَّطْتُمْ فِیْہِ وَ اَنَا الْقَلَمُ وَ اَنَا اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ وَ اَنَا الْعَرْشُ اَنَا الْکُرْسِیُّ وَ اَنَا السَّبْعُ السَّمٰوٰتُ وَ اَنَا الْاَرْضُوْنَ اَنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ، الخ

میں نقطۂ بائے بسم اللہ ہوں میں پہلو ہوں اس اللہ کا جس کے باب میں تم افراط کرتے ہو اور میں ہی قلم اور لوح محفوظ اور عرش و کرسی ہوں اور میں ہی ہوں ساتوں آسمان اور زمین اور میں وہ زندہ ہوں جو نہ مرے گا۔

(خطبات امیر المومنین)

جب مومن محقق ہو جاتا ہے اور آفاق و انفس سے اوس کے حجابات اُٹھنے لگتے ہیں تو وہ سارے عالم میں یہاں تک کہ اپنے آپ میں حق ہی

Marfat.com

حق دیکھتا ہے اور ناحق کا وہم و دوئی کا گمان دور ہو جاتا ہے۔ اور
فرمایا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ ۔ (از اسرار حق) ۔ میں اللہ ہوں ۔
اور فرمایا حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ۔
لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہ (از اسرار حق) نہیں میرے جبہ میں مگر اللہ ۔
اور فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے ۔
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ نہیں کوئی معبود سوا میرے عبادت کرو
سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (از اسرار حق) میری میری شان بڑی ہے ۔
اور فرمایا حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے ۔
اَنَا اَقُوْلُ وَ اَنَا اَسْمَعُ وَ میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں
هَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ (از اسرار حق) بھلا میرے سوا دو جہاں میں کون ہے ۔
اور فرمایا حسین بن منصور حلاج نے ۔
اَنَا الْحَقّ (از اسرار حق) میں خدا ہوں ۔
اور فرمایا حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے ۔ ؎
ہر کہ نہ نعرۂ انا الحق زد ہست او از جماعت کفار (از اسرار حق)
(جس نے (انا الحق کا نعرہ نہیں لگایا وہ جماعتِ کفار سے ہے ۔)
اور فرمایا حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری ؒ ۔
پردۂ ہستی اگر سوزی بنار لا الہ آن زماں بے پردہ بینی نور الا اللہ را
(لا الہ کی آگ سے اگر اپنی ہستی کے حجاب کو جلائیگا تو بے حجاب اسوقت میں اللہ کے

Marfat.com

کو دیکھے گا - اور فرمایا ؎

صفات و ذات چوں از ہم جدا می بینم　　بہر کہ مینگرم جز خدا نمی بینم

(صفات و ذات کو جب جدا نہیں پاتے ہیں تو پھر جو بھی دیکھتے ہیں خدا کے سوا نہیں دیکھتے)

اور فرمایا ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں نیست کسے　　صد دلیل است و لے واقف آں نیست کسے

(قسم خدا کی دو جہاں میں کوئی شخص خدا کا غیر نہیں اسکی صدہا دلائل ہیں لیکن کوئی واقف نہیں ہے)

فرمایا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے ؎

آرزو گر بودت پر تو دیدار خدا　　زنگ ہستی ببرد دیدہ معنی بکشا

(اگر تجھے خدا کے دیکھنے کی آرزو ہے - ہستی کا زنگ دور کر اور حقیقت کی آنکھ کھول)

تا زخود وا نرہی نیست ترا ہیچ علاج　　گر کنی طاعت صد سالہ بیک روز ادا

(جبتک تو خودی سے نہ گذرے کوئی علاج نہیں اگر تو سو سالہ ریاضت ایک روز میں کرے تو کوئی فائدہ نہیں)

یک قدم بر سر نفس آرے توانی بنہاد　　نیست حاجت کہ ریاضت کشے اندر شبہا

(ایک قدم اپنی ہستی پر رکھ اس کے لئے ضروری نہیں کہ تو تمام تمام رات ریاضت کھینچتا رہے)

یعنی اگر تو صد سال طاعت میں رہے بھی تو کوئی فائدہ نہیں تیرے لئے صرف ایک ہی راستہ و علاج ہے کہ اپنی خودی سے گذر جا اور ایک قدم اپنی خودی پر رکھ دے اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ تو تمام تمام رات ریاضتیں کھینچتا رہے اور حضرت خواجہ مسعود بک رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے شیوخ جو خدا کو دیکھے ہوں نہ دکھاتے ہوں انکی نسبت شیخ سملوت (یعنی ابلیس لعین) اور یا جوج زمین (یعنی آدم خور درندے) فرمایا ہے ملاحظہ ہو رباعی :-

آنانکہ ریاضت کش و سجادہ نشین اند　　باید کہ خدا را بنمایند و ببینند

(جو لوگ ذکر و شاغل ہو سجادہ نشین ہیں۔ انہیں چاہیے کہ خدا دکھائیں اور خود بھی دیکھیں)

آنانکہ خدا را نہ نمایند و نہ بینند　　آں شیخ شوت اند یا جوج زمین اند

(اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کو نہ دکھاتے ہیں نہ دیکھتے ہیں وہ ابلیس ہیں اور انس کی دنیا کے)

اور حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے سوا اپنے کو ہست دیکھنے والے کو کھلم کھلا مشرک کہا ہے۔

ہر کہ او دعویٰ ہستی می کند　　آشکارہ بت پرستی می کند

(جو کوئی اپنی ہستی کا دعویٰ کرتا ہے۔ کھلم کھلا بت پرستی کرتا ہے۔)

اور مولانا حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت　　لاجرم عین جملہ اشیا شد

(اسکی غیرت نے جہاں میں کوئی غیر نہیں چھوڑا۔ آخر کار تمام اشیا کا عین ہوگیا)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابلہاں حیراں کہ آیا حق کجاست　　بر زمین ست یا کہ او بر خود سما ست

(بے وقوف حیراں ہیں کہ حق کہاں ہے وہ زمین پر ہے یا کہ آسمان پر ہے)

یا کہ بر خلد برین است جائے او　　یا کہ بر عرش بریں ماوائے او

(آیا اسکی جگہ جنت میں ہے یا کہ وہ عرش بریں پر رہتا ہے۔)

حق توئی حق را تو میجوئی کجا　　خویش را بشناس تا یابی خدا

(تو خود حق ہے تو حق کو کہاں ڈھونڈھتا ہے آپ اپنے کو پہچان تا کہ تجھے خدا مل جائے)

(از اسرار حق الیاس برنی)

Marfat.com

اور فرمایا ؎

دیدہ بینا از لقاء حق شود ۔ حق کجا ہمراہ ہر احمق شود

(آنکھیں روشن ہوتی ہیں حق کے دیدار سے اور حق کہاں ہے ہر احمق کے ساتھ)

ہر کہ گوید جملہ حق است احمق است ۔ وانکہ گوید جملہ باطل او شقی است

(جو جملہ حق ہے کہتا ہے وہ احمق ہے اور جو جملہ باطل ہے کہتا ہے وہ شقی ہے)

از رہِ صورت نماید غیر دوست ۔ چوں نظر کردی بمعنی جملہ اوست

(صورت کے اعتبار سے تو دوست کا غیر نظر آتا ہے جب غور کیا جائے تو تمام وہی ہے)

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ امام الطائفہ نقشبندیہ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ ۔ اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر

ارشاد است بآنکہ در ہر طرفۃ العین نفی وجود طبعی می باید کرد و اثبات واجب الوجود جل ذکرہ کہ ۔ جو ارشاد ہے اس طرح پر کہ ہر ایک چشم زدن میں نفی وجود طبعی کی جائے اور اثبات واجب الوجود جل ذکرہ کہ

وُجُودُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهَا ذَنْبٌ ۔ تیرا وجود گناہ ہے اور قیاس میں نہیں آتا اس سے بڑا گناہ ۔ (انوار الحق)

یعنی جو گناہ اتنا بڑا ہو کے قیاس میں نہ آسکے وہ گناہ شرک ہے کہ اس سے بڑا کوئی گناہ ہی نہیں اس گناہ سے بچنا لازمی فرمایا اور حضرت سید الطائفہ خواجہ باقی باللہؒ جو پیر و مرشد ہیں مجدد صاحب کے فرماتے ہیں۔ ؎

"اول اوست آخر اوست ۔ اول وہی ہے آخر وہی ہے

Marfat.com

ظاہر اوست باطن اوست	ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے
مطلق اوست مقید اوست	مطلق وہی ہے مقید وہی ہے
کلی اوست جزئی اوست	کلی وہی ہے جزئی وہی ہے
منزہ اوست مشبہ اوست	منزہ وہی ہے مشبہ وہی ہے
بلکہ ہمہ اوست ہمہ اوست"	بلکہ تمام وہی ہے تمام وہی ہے

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

"توحیدے کہ در اثناء راہ ایں	جو توحید کہ اس جماعت کے راستہ
طائفہ را دست مید ہد دو قسم	میں مدد دیتی ہے دو قسم کی ہے
است توحید شہودی و توحید	ایک توحید شہودی اور دوسری
وجودی ۔ توحید شہودی یکے	توحید وجودی ۔ توحید شہودی ایک
دیدن است ۔ یعنی شہود	دیکھنا ہے یعنی سالک کی نظر میں ایک
سالک جز یکے نباشد و توحید	کے سواء کچھ نظر نہ آئے اور توحید
وجودی یک موجود دانستن	وجودی ایک موجود جاننا ہے اور
وغیر اورا معدوم انگاشتن	اس کے غیر کو معدوم سمجھنا ہے
باوجود عدمیت مجالی و مظاہر	باوجود عدمیت اس کے مجالی و
آں یکے پنداشتن پس توحید	مظاہر کے ایک ہی گمان کرنا پس
وجودی از قبیل علم الیقین آمد	توحید وجودی علم الیقین کی قسم
و توحید شہودی از قسم	ہے اور توحید شہودی از قسم
عین الیقین و توحید شہودی	عین الیقین سے اور توحید شہودی

از ضروریات این راہ است
چہ فنا بے این توحید متحقق
نمی شود و عین الیقین بے آں
میسر نمی شود "
(جلد اول مکتوب ۴۳)

اس راستہ کے ضروریات سے ہے
کیونکہ مرتبہ فنا بغیر اس توحید کے
حاصل نہیں ہوتا اور عین الیقین بغیر
اس توحید (وجودی) کے میسر نہیں ہوتا
(ترجمہ جلد اول مکتوب ۴۳)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے توحید وجودی کو لازمی گردانا توحید شہودی کے لئے اور توحید شہودی میں حق کو دیکھنے کی شرط لگا دی۔ لہٰذا دیدارِ حق لازمی و لابدی ہوا حصولِ توحید کے لئے اور یہی حق بات ہے جو مجددی کا ایمان ہونا چاہیئے۔ اور فرمایا شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے جو شاہ ولی اللہ نقشبندی محدث دہلوی کے والد ہیں۔

" اگر بالا نظر کنی ہمہ اللہ است
اگر پائیں نظر کنی ہمہ اللہ است
اگر راست بینی ہمہ اللہ است
اگر چپ بینی ہمہ اللہ است
واگر در خود نظر کنی ہمہ اللہ است
ہمہ حرکات وارادت منجانب اللہ است
پس ہمیشہ دریں نسبت کوشش
وخود را از نظر خود بپوشش

اگر اوپر دیکھے تو تمام اللہ ہے اور
اگر نیچے دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اور اگر سیدھے دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اگر بائیں دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اور خود میں دیکھے تو تو تمام اللہ ہے
اور حرکات وارادت تیرے منجانب اللہ ہے
پس ہمیشہ اسی خصوص میں کوشش
کر اور خود کو اپنی نظر سے پوشیدہ کرے۔

اس فقیر سراپا تقصیر نے بھی اپنی ایک غزل کے مقطعہ میں اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے ملاحظہ ہو:- منم کہ واصلِ ذات خودم بصورت غیر۔ منم کہ صورتِ بندہ نما خدا اینجا است

مزید برآں حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی ایسی تشریح فرمائی ہے کہ کوئی کنہ و دقیقہ نہیں چھوڑا فرماتے ہیں :۔

وَالرَّابِعَۃُ اَنْ لَا یَرٰی فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا وَاحِدٌ۔ وَالرَّابِعُ مُوَحِّدٌ بِمَعْنٰی اِنَّہٗ لَمْ یَحْضُرْ فِیْ شُھُوْدِہٖ غَیْرَ الْوَاحِدِ فَلَا یَرٰی الْکُلَّ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ کَثِیْرًا بَلْ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ وَاحِدٌ وَھٰذِہٖ ھِیَ الْغَایَۃُ الْقُصْوٰی فِی التَّوْحِیْدِ مُجَرَّدُ الْاِعْتِقَادِ مِنْ غَیْرِ کَشْفٍ کَثِیْرُ النَّفْعِ بِالْاِضَافَۃِ اِلٰی مُجَرَّدِ نُطْقِ اللِّسَانِ نَاقِصُ الْقَدْرِ بِالْاِضَافَۃِ اِلَی الْکَشْفِ وَالْمُشَاھِدَۃِ الَّتِیْ تَحْصَلُ بِانْشِرَاحِ الصَّدْرِ وَانْفِسَاحِہٖ وَاَشْرَاقُ نُوْرِ الْحَقِّ فِیْہِ وَنَقُوْلُ ھٰھُنَا نَظْرَانِ نَظَرٌ

(اور توحید کا) چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات واحد ویکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے۔ اور یہ چوتھا اس نظر سے موحد ہے کہ اس کے مشاہدہ میں بجز واحد ویکتا کے اور کوئی نہیں آتا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہیں دیکھتا بلکہ واحد کی راہ سے دیکھتا ہے اور یہی توحید کی انتہائی منزل ہے صرف اعتقاد بدوں کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف مشاہدہ کی نسبت جو سینہ کی کشادگی اور نور حق کی اس میں تابش سے حاصل ہوتا ہے اس کی قدر کم ہے۔ (اس باب میں دو اعتبار ہیں) ایک اعتبار تو صرف توحید وحدت وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر ومشکور محب ومحبوب

Marfat.com

بِعَيْنِ التَّوْحِيْدِ الْمَحْضِ وَ هٰذَا النَّظَرُ مَنْ يَعْرِفُكَ قَطْعًا اَنَّهٗ الشَّاكِرُ وَ اَنَّهٗ الْمَشْكُوْرُ وَ اَنَّهٗ الْمُحِبُّ وَ اَنَّهٗ الْمَحْبُوْبُ وَ هٰذَا النَّظَرُ مَنْ عَرَفَ اَنَّهٗ لَيْسَ فِي الْوُجُوْدِ غَيْرُهٗ وَ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ - وَ اَنَّ ذٰلِكَ صَدَقَ فِيْ كُلِّ حَالٍ اَزَلًا وَّ اَبَدًا - اَيْ فَنَا عَنْ نَفْسِهٖ وَ عَنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَلَمْ يَرَا اِلَّا اللّٰهَ تَعَالٰى فَمَنْ لَمْ يَفْهُمْ هٰذَا يَنْكِرُ عَلَيْهِمْ وَ يَقُوْلُ كَيْفَ فَنِيَ وَ طُوْلُ ظَلِّهٖ اَرْبَعَةُ اَذْرُعٍ وَ لَعَلَّهٗ يَاكُلُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَرْطَالًا مِنَ الْخُبْزِ فَيَضْحَكُ عَلَيْهِمُ الْجُهَّالُ لِجَهْلِهِمْ بِمَعَانِيْ كَلَامِهِمْ وَ ضَرُوْرَةٌ قَوْلِ الْعَارِفِيْنَ اَنْ يَكُوْنُوْا اَضْحَكَةً لِلْجَاهِلِيْنَ

ایک ہی چیز ہیں اور یہ نظر ایسے لوگوں کی ہے جو جانتے ہیں کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ
اِلَّا وَجْهَهٗ

ان کے دل میں نقش ہے اور اس بات کو ہر حال میں ہر زمانہ میں ازلاً ابداً سچ جانتے ہیں۔

سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے فانی ہو کر سوائے خدا تعالیٰ کے اور کچھ نہیں دیکھتا جس شخص کی فہم میں یہ بات نہیں آتی وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے بھلا جس شخص کا سایہ چار ہاتھ لانبا ہو اور دن بھر میں سیروں روٹیاں چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہے اور باتیں جہالت کی کہکر ان پر ہنستے ہیں ان کی تقریر کی معانی نہیں سمجھتے۔ عارفوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ جاہلوں کے لئے باعثِ خندہ بنیں۔

Marfat.com

وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ وَإِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَإِذَا انْقَلَبُوْا إِلٰى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوْا إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ وَمَا أُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ ثُمَّ بَيَّنَ إِنَّ ضَحِكَ الْعَارِفِيْنَ عَلَيْهِمْ غَدًا أَعْظَمُ إِذْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝

اور اس کی طرف اشارہ ہے اس آیۃ میں کہ "وہ گنہگار ہیں وہ تھے ایمان والوں پر ہنستے اور گذرتے ان کے پاس سے تو آپس میں اشارے کنائے کرتے اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر اور جب ان کو دیکھتے دیکھتے بیشک یہ لوگ بہک رہے ہیں حالانکہ وہ (ہنسنے والے) ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے" پھر فرمایا (امام صاحب نے) کہ عارفوں کا ہنسنا ان کے خندہ سے بڑھ کر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "ولو" آج ایمان والے منکروں پر ہنستے ہیں تخت پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔

النَّظَرُ الثَّانِيْ۔ نَظَرَ وَلَمْ يَبْلُغْ إِلٰى مَقَامِ الْفَنَا عَنْ نَفْسِهٖ وَهٰؤُلَاءِ قِسْمَانِ قِسْمٌ لَمْ يُثْبِتُوْا إِلَّا وُجُوْدَ أَنْفُسِهِمْ وَأَنْكَرُوْا أَنْ يَكُوْنَ

دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کی طرف نظر مذکور بالا سے نہ دیکھا جائے پس جو لوگ اس مرتبہ پر نہیں پہنچے ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ ہے کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو

لَهُمْ رَبٌّ بَعِيْدٌ وَهٰؤُلَاءِ
الْعُمْيَانُ الْمَنْكُوْسُوْنَ وَعُمَا
هُمْ فِيْ كِلْتَا الْعَيْنَيْنِ لِاَنَّهُمْ
نَفَوْا مَا هُوَ الثَّابِتُ تَحْقِيْقًا
وَهُوَ الْقَيُّوْمُ الَّذِيْ هُوَ قَائِمٌ
بِنَفْسِهٖ وَقَائِمٌ عَلٰى كُلِّ
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَكُلُّ
قَائِمٍ فَقَائِمٌ بِهٖ وَلَمْ
يَقْتَصِرُوْا عَلٰى هٰذَا حَتّٰى
اَثْبَتُوْا اَنْفُسَهُمْ وَلَوْ عَرَفُوْا
لَعَلِمُوْا اَنَّهُمْ مِنْ حَيْثُ هُمْ
ثَبَاتَ لَهُمْ وَلَا وُجُوْدَ لَهُمْ
وَاِنَّمَا وُجُوْدُهُمْ مِنْ حَيْثُ
اَوْجَدَ وَلَا مِنْ حَيْثُ وَجَدَ
وَاَوْ فَرَّقَ بَيْنَ الْمَوْجُوْدِ
وَبَيْنَ الْمُوْجِدِ وَلَيْسَ فِي
الْوُجُوْدِ اِلَّا مَوْجُوْدٌ وَاحِدٌ
وَمُوْجِدٌ فَالْمَوْجُوْدُ حَقٌّ
وَالْمُوْجِدُ بَاطِلٌ مِنْ

موجود ہی نہیں مانتے اور اس بات
کو برا جانتے ہیں کہ ان کا کوئی معبود
ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور
دونوں آنکھوں کے اندھے ہیں
اندھے اور اندھے اس جہت سے
ہیں کہ جو چیز کہ تحقیقاً ثابت تھی
یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے
اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے
والا ہے اور جتنی چیزیں موجود ہیں
اس کو نہ مانا اور ان لوگوں نے
اسی پر اختصار نہ کیا بلکہ اس کے
مقابل میں اپنے نفسوں کو قائم بالذات
ٹھہرایا اور اگر وہ سوچتے تو معلوم
ہوتا کہ نہ کچھ قیام ہے نہ وجود ان کا
وجود اس لئے ہے کہ دوسرے نے
ان کو ایجاد فرمایا ہے اپنے آپ سے
موجود نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ
موجود اور ایجاد کی ہوئی چیزوں
میں بہت فرق ہے اور موجود

Marfat.com

حَيْثُ هُوَ هُوَ وَالْمَوْجُوْدُ
قَائِمٌ وَقَيُّوْمٌ وَالْمُوْجِدُ
هَالِكٌ وَفَانٍ وَاِذَا كَانَ
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
فَلَا يَبْقٰى اِلَّا وَجْهُ
رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ
اَلْفَرِيْقُ الثَّانِيْ لَيْسَ
بِهِمْ اَعْمٰى وَلٰكِنْ بِهِمْ عَوَرٌ
لِاَنَّهُمْ يُبْصِرُوْنَ بِاِحْدَى
الْعَيْنَيْنِ وُجُوْدُ الْمَوْجُوْدِ
الْحَقِّ فَلَا يُنْكِرُوْنَهُ وَالْعَيْنُ
الْاُخْرٰى اِنْ ثَمَّ عَمَاهَا لَمْ
يُبْصِرْ بِهَا فَنَاءَ غَيْرِ الْمَوْجُوْدِ
الْحَقِّ فَاَثْبَتَ موجودًا اٰخَرَ
مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهٰذَا مُشْرِكٌ
تَحْقِيْقًا كَمَا اَنَّ الَّذِيْ
قَبْلَهُ جَاحِدٌ تَحْقِيْقًا فَاِنْ
جَاوَزَ حَدَّ الْعَمٰى اِلَى الْعَمٰى

دو ہی چیزیں ہیں یا موجود یکتا یا
ایجاد کی ہوئی اشیا جن میں سے
موجود حق ہے اور ایجاد کی ہوئی چیزیں
بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم
اور قیوم ہے اور ایجاد کی ہوئی چیزیں
ہالک و فانی ہیں یہاں تک کہ جب کوئی
بھی نہ رہے گا تب ذات پاک ہی رہیگی
دوسری قسم کے لوگ اندھے
تو نہیں مگر کانے ہیں یعنی ایک آنکھ
سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہیں
اس کے منکر نہیں مگر دوسری آنکھ
بالکل چوپٹ ہے یہ نہیں سوجھتا
کہ سوائے معبود برحق کے
اور سب فانی ہیں اسی لئے اللہ تعا
کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت
کرتے ہیں یہ لوگ مشرک ہیں جیسے کہ
اول والے منکر تھے اور اگر دوسری
آنکھ میں بینائی ہوئی تو چوندھے ہوئے
اس بینائی کے باعث دونوں موجود

Marfat.com

أَدْرَكَ تَفَاوُتًا بَيْنَ الْمَوْجُوْدَيْنِ
فَأَثْبَتَ عَبْدًا أَوْ رَبًّا
فَبِهٰذَا الْقَدْرِ مِنْ إِثْبَاتِ
التَّفَاوُتِ وَالْبَعْضِ مِنَ الْوُجُوْدِ
الْاٰخِرِ دَخَلَ فِيْ حَدِّ التَّوْحِيْدِ
ثُمَّ إِنْ كَحَلَ بَصَرَهُ بِمَا يَزِيْدُ
فِيْ أَنْوَارِهِ فَيَقِلُّ عَمْشُهُ
وَبِقَدْرِ مَا يَزِيْدُ فِيْ بَصَرِهِ
يَظْهَرُ لَهُ نُقْصَانُ مَا أَثْبَتَهُ
سِوَى اللهِ تَعَالٰى فَإِنْ لَقِيَ
فِيْ سُلُوْكِهِ كَذٰلِكَ فَلَا
يَزَالُ يَقْضِيْ بِهِ النُّقْصَانَ
إِلَى الْمَحْوِ فَيَنْمَحِيْ عَنْ
رُؤْيَتِهِ مَا سِوَى اللهِ فَلَا
يَرَى إِلَّا اللهَ فَيَكُوْنُ قَدْ
بَلَغَ كَمَالَ التَّوْحِيْدِ وَ
حَيْثُ أَدْرَكَ نُقْصَانًا فِيْ
وُجُوْدِ مَا سِوَى اللهِ تَعَالٰى
دَخَلَ فِيْ أَوَائِلِ التَّوْحِيْدِ

ہیں فرق ثابت کرتے ہیں ایک
کو رب اور ایک کو بندہ کہتے
ہیں اور اس قدر تفاوت ثابت
کرتے ہیں اور دوسرے موجود کو
ناقص سمجھنے سے حد توحید میں
داخل ہو جاتے ہیں گو پورے
موحد نہیں ہوتے پھر اگر آنکھ میں
سرمہ لگایا جائے اور چندھیا پن
کم ہو تو جتنا نور بڑھتا جائے گا۔
اتنا ہی وجود ماسوی اللہ کا کم
ہوتا جائے گا اور اگر سلوک
راہِ معرفت میں یہی حال رہا تو
کم ہوتے ہوتے دوسرا وجود محو
ہو جائے گا اور خدا کے سوا کچھ نہ
دیکھے گا اس وقت پوری توحید
کا رتبہ حاصل ہوگا۔ اور جہاں سے
دوسرے وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ
ابتدائی توحید تھی اور ان دونوں
مرتبوں کے درمیان درجات بے انتہا

Marfat.com

وَبَیْنَهُمَا دَرَجَاتٌ لَاتُحْصٰی	ہیں اور اسی سے درجات موحدین
فِیْهَا بِتَفَاوُتِ دَرَجَاتِ	کے مختلف ہوتے ہیں اور جس سرمہ
اَلْمُوَحِّدِیْنَ وَکُتُبُ اللّٰهِ	سے کہ نور بصر زیادہ ہوتا ہے
الْمُنَزَّلَةِ عَلٰی الْسِنَةِ	وہ خدا کی کتابیں ہیں جو اپنے
رُسُلِهٖ هِیَ الْکُحْلُ الَّذِیْ	رسولوں پر نازل کی ہیں اور پیغمبر
بِهٖ یُحْصَلُ اَنْوَارُ الْاَبْصَارِ	(یا ان کے نائب) سرمہ لگانے والے
وَالْاَنْبِیَآءِ هُمُ الْکَحَّالُوْنَ	ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف
قَدْ جَآءُوْا دَاعِیْنَ اِلَی التَّوْحِیْدِ	لے جاتے ہیں جس کا مضمون
الْمَحْضِ وَتَرْجَمَةُ قَوْلِ لَا اِلٰهَ	لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میں موجود ہے
اِلَّا اللّٰهُ وَمَعْنَاهُ اَنْ لَا یَرٰی	یعنی اس کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے
اِلَّا الْوَاحِدَ الْحَقَّ الخ	خدا تعالیٰ واحد برحق کے کچھ نہ دیکھے۔

(از اسرار حق)

آیات و احادیث و اقوالِ متذکرۂ بالا سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہو چکی کہ اس مسئلہ کی تحقیق ذوقی شوقی نہیں بلکہ فرضِ عین ہے اس لئے کہ کلی تشریک سے توبہ کرکے ایمان حاصل کرنا ہر مسلم مکلف پر فرض ہے ("لَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا" اور "لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ" اس پر دال ہیں) اور ایمان کے لئے تصدیق قلبی لازمی اور تصدیق قلبی کے لئے معرفت حق ضروری اور وہ معرفت ظن و تقلید سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے تحقیق لابدی ہے اور تحقیق کے لئے یافت بصیرت اور یافت

Marfat.com

بصیرت کے لئے دو صورتیں ہیں پہلی صورت چونکہ بندہ مشبہ و مقید ہے اور حق تعالیٰ منزہ و لا حد اس لئے بندہ کو بھی اپنا تقید برخاست کرنا ہوگا تاکہ لاتعین لاتعین ذات کو دیکھ سکے جیسا کہ فرمایا نبی کریمؐ نے:

رَأَیْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ ۔ (دیکھا میں نے رب سے رب کو)

پھر بھی بات رہ جائیگی کیونکہ جب تقید عبدی محقق کا برخاست ہو جائیگا تو لاتعین ذات رب کی باقی رہے گی (کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقیٰ وَجْہُ رَبِّكَ ذُوالجَلَالِ وَالاِکْرَامِ) جو لاتعین حق کو دیکھے گی۔ اگر حق نے حق کو دیکھ بھی لیا تو اس بندہ کو کیا فائدہ اس لئے لاحد و لاتعین سے لاحد حد و لاتعین کی یافت و عدم یافت تعین کے لئے برابر ہوئی۔ اب رہی دوسری صورت یہ کہ حق تعالیٰ کو تشبیہات میں پانا ہوگا تاکہ مقید مقید کو دیکھ سکے اس کے لئے بصیرت یا مدرکہ مجبور ہے اپنے آلہ بصر کو کام میں لانے پر پس بصر یعنی سر کی آنکھ سے اشیاء کی صورتوں میں حق کو دیکھنا ہوگا تاکہ بصارت سے بصیرت مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ کا لطف لے سکے اور یہ صورت رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ سے ثابت ہے۔ اس طرح دیدار سے مدرکہ کا ادراک و بصیرت کی یافت معرفت کی تحقیق و قلب کی تصدیق ساری شرطیں پوری ہو کر اسلام سے مسلم ایمان تک پہونچ کر مرد مومن ہو جاتا ہے اور عبادات و طاعات ظنی و تقلیدی سے گذر کر حقیقی و تحقیقی کا حامل عابد و عارف کہلاتا ہے۔ اس مقالہ میں فقیر نے کوئی بات اپنے

جانب سے نہیں کہی ہے اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کے ہی کلام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس پر بھی اگر کوئی حقیقت سے اغماز کرے تو بقولِ مولانا ؎

رومی سخن کفر نگفت است و نہ گوید ۔ منکر مشوید ش
کافر شود آں کس کہ بانکار برآمد ۔ مردود جہاں شد

وہ اپنے کردار کا آپ ذمہ دار ہے :

آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝ آمین ثم آمین۔

Marfat.com